# گلہائے محبت

حضرت مصلح موعودؓ کی حسین یادیں

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (اُمِّ متین)

# گل ہائے محبت

## حضرت مصلح موعودؓ کی حسین یادیں

حضرت سیدہ مریم صدیقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلي علٰي رسولہ الکریم

و علٰي عبدہ المسیح الموعود

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

# گل ہائے محبت

## حضرت مصلح موعودؓ کی حسین یادیں

تحریرات

حضرت سیدہ مریم صدیقہؓ

حرم حضرت مصلح موعودؓ

گلہائے محبت۔ حضرت مصلح موعودؓ کی حسین یادیں

# Gul'Haa-e-Mahabbat

(Urdu)

By: Hazrat Syeda Maryam Siddiqa



First Published in UK in 2018

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey UK, GU9 9PS

Printed in UK at:
Raqeem Press
Farnham, Surrey

For further information, please visit www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-188-2

# دیباچہ

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ خاکسار کو حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں اُن مضامین کو اکٹھا کرنے کی توفیق مل رہی ہے جو آپؓ کی حرم اور میری اُمّی حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے آپؓ کی سیرت پر لکھے۔ ان میں سے اکثر مضامین جماعت کے مختلف اخبارات، رسائل اور کتب میں شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن چند ایسے بھی ہیں جو اس سے قبل شائع نہیں ہوئے۔ یہ غیر مطبوعہ مضامین یا نوٹس خاکسار کو مختلف جگہوں سے دستیاب ہوئے ہیں اور یہ تمام مضامین خاکسار کے پاس موجود ہیں۔

خاکسار اس کتاب کی تیاری کے لئے مکرم حافظ مظہر احمد صاحب کا سب سے زیادہ ممنون ہے۔ یہ تمام مسودہ مکرم حافظ مظہر احمد صاحب نے کمپوز کیا، خاکسار کے ساتھ متعدد مرتبہ اس کی پروف ریڈنگ کی۔ اس کے علاوہ حوالہ جات چیک کرنے اور پروف ریڈنگ کرنے میں کارکنان فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ، خلافت لائبریری ربوہ، نور فاؤنڈیشن اور ریسرچ سیل ربوہ کا بے حد تعاون حاصل رہا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایک بات بیان کرنا ضروری ہے کہ ان مضامین کو اصلی صورت میں ہی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ناموں کے ساتھ بعض جگہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے دعائیہ الفاظ ہی لکھے رہنے دیئے گئے ہیں۔ صرف چند جگہوں پر کتابت کی غلطیوں کو درست کیا گیا ہے اور حوالہ دے دیا گیا ہے۔ دُرستگی صرف حوالہ جات کی، کی گئی ہے۔

میں اس کتاب کو والدہ محترمہ مکرمہ امۃ المتین بیگم صاحبہ کے نام معنون کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کی تیاری سے قبل ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ اس کتاب کا ذکر کئی مرتبہ آپ سے کیا تھا کہ مَیں یہ مضامین اکٹھے کر رہا ہوں، بلکہ ایک دو باتوں کے بارہ میں ان سے

معلومات بھی لی تھیں۔ آپ کو اُمّی کی بہت خدمت کی توفیق ملی جو یقیناً آپ کی بہت بڑی سعادت ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے کاغذات میں سے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک خط ملا ہے جس کا ایک اقتباس درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں:

"مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ شوگر، بلڈ پریشر اور ریڑھ کی ہڈی میں درد وغیرہ کے عوارض میں مبتلا ہیں مگر اس کے باوجود آپ چھوٹی آپا کی خدمت پر ہمہ وقت کمربستہ رہتی ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اونچے درجہ کی نیکی ہے"

[خط حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 5 اپریل 1998ء]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْھَا وَارْحَمْھَا وَاَدْخِلْھَا فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْن۔ آمین۔

حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت طیبہ پر مضامین کے آخر پر خاکسار نے ایک مختصر مضمون حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی سیرت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے تحریر کیا ہے۔

خاکسار

سید غلام احمد فرخ

مرتب کتاب ہذا

# فہرست مضامین

# حضرت امیر المؤمنین کے احسانات طبقۂ نسواں پر

ہندوستان میں مستورات کی پستی ایک مسلّمہ چیز ہے۔ بڑے بڑے اچھے اور با اخلاق لوگ بھی مستورات کے حقوق کو پامال کرتے ہوئے یہ خیال کرتے تھے کہ وہ کوئی بڑی نیکی کا کام کر رہے ہیں۔ اُن کی دینی یا دنیاوی بہبود کی طرف توجہ کرنے کا کیا ذکر حالانکہ محض بچوں کی تربیت کا ہی سارا بار نہیں بلکہ قوموں کی تربیت میں بھی عورت کا ہاتھ ایک بڑا نمایاں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بایں ہمہ عورتوں کا وجود مردوں کی طرف سے نا قابل التفات رہا مگر خوش قسمتی سے طبقۂ نسواں کے لئے حضور امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا وجود باجود ایک ابرِ رحمت ثابت ہوا۔ حضور نے عورتوں کے حصہ کی تمام شقوں کو کامل طور پر قائم فرمایا۔ مثلاً شریعت کے قیام کے لئے مردوں کے ساتھ عورتوں کو برابر کا حصہ دار قرار دیا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بھی ایک زمانہ تک مستورات کی طرف پوری توجہ نہیں ہوئی۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے طرز عمل سے اپنے گھر میں وہ تمام حقوق دے رکھے تھے جو شریعت حقہ کی رو سے مستورات کو مل سکتے تھے۔ مگر عام لوگوں کی توجہ اس طرف نہ تھی۔ لیکن حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مستورات سلسلہ کو اس قدر بلند کیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے آپ کی ذات کے طفیل سربلند ہو گئیں۔ چنانچہ سب سے پہلا احسان لجنہ اماء اللہ کا قیام ہے۔ 1922ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ یعنی احمدی مستورات کی ایک انجمن قائم کی۔ اس انجمن کے ذریعہ آپ نے مستورات کی تربیت فرما کر ان میں احساس پیدا کیا کہ وہ بھی بنی نوع انسان کا ایک جزو لاینفک ہیں اور قوموں کی ترقی و تنزل میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔ ان میں آپ نے علمی مذاق پیدا کیا۔ اُن کو اجتماع کی برکات بتلائیں۔ ان میں اپنی قوتوں سے کام لینے کے ڈھنگ سکھلائے اور ان کو لجنہ کے ذریعہ فن تقریر سے آگاہ کیا۔

## لجنہ اماء اللہ کا صیغہ دست کاری

بیوہ اور بیکس عورتیں یہ خیال کرتی تھیں کہ ہم تو صرف خیرات پر ہی پرورش پا سکتی ہیں۔ مگر آپ نے لجنہ کے ماتحت ایک صیغہ دست کاری قائم فرما کر ایسی عورتوں کے لئے ایک سبیل معاش پیدا کر کے ان میں خودداری کا مادہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ وہ عورتیں جو قومی خیرات پر پلنا ہی اپنا ذریعہ معاش خیال کرتی تھیں اور اس طرح اُن کے اور ان کے بچوں میں ایک پستی پیدا ہوتی تھی اب وہ صیغہ دستکاری کے ذریعہ کئی قسم کے کام کر کے اپنی معاش پیدا کرتی ہوئی ایک خوشی محسوس کرتی ہیں۔ اور ان کے اخلاق بجائے پستی کی طرف جانے کے بلندی کی طرف جاتے ہیں۔ اور آج قادیان میں بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

## قومی کاموں میں حصہ

1923ء میں حضرت امیر المؤمنین نے مستورات کو برلن میں ایک مسجد قائم کرنے کے لئے تحریک کی۔ اور اس مسجد میں خالص مستورات سے چندہ مانگا۔ مستورات نے حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے 72 ہزار روپیہ جمع کر دیا۔ یہ رقم خالص مستورات کی جیب سے نکلی جو بعد میں لنڈن مسجد کی تعمیر پر خرچ کی گئی اور اس طرح حضرت امیر المؤمنین نے احمدی مستورات کے سر کو قیامت تک بلند کر دیا۔ اگر حضور پسند فرماتے تو مردوں ہی سے یہ رقم لے لیتے مگر آپ چاہتے تھے کہ قوم کے اس حصہ کو اُٹھائیں جسے عام دنیا پس ماندہ خیال کر رہی ہے اور عیسائی اور مغربی دنیا یہ سمجھتی ہے کہ اسلام میں عورت کی کوئی حیثیت یا جائداد نہیں۔ وہ محض مردوں کی غلام ہیں۔ چنانچہ آپ نے اسے ایسا اٹھایا کہ قیامت تک لوگ مستورات کی اس قربانی کو دیکھ کر سراہتے رہیں گے۔ الغرض حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات کے طفیل عورتوں کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔

## مستورات کو تعلیم

حضرت امیر المؤمنین نے احمدیہ جماعت کی ترقی کے لئے اس امر کو ضروری سمجھا کہ مستورات میں علم کی اشاعت ہو۔ کیونکہ ابتدائی زمانہ میں قادیان میں سوائے چند مستورات کے کوئی تعلیم یافتہ نہ تھی۔ استانیوں کی ایسی قلت تھی کہ دو تین عورتیں بمشکل پڑھانے والی تھیں اور وہ بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھیں۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی توجہ سے وہ چھوٹا سا پرائمری مدرسہ اس قدر بڑھا کہ وہ ایک شاندار ہائی سکول بن گیا۔ اور تعلیم اس قدر عام ہوئی کہ اس مدرسہ سے نکل کر کئی طالبات بی۔ اے اور بی۔ ٹی ہو گئیں اور کئی ڈاکٹر ہیں۔

## شاخ دینیات

چونکہ مستورات کی تعلیم کی غرض ملازمت نہیں اس لئے آپ نے ان کی تعلیم کے لئے نصرت گرلز سکول میں ایک شاخ دینیات قائم فرمائی تا کہ وہ علم دین سے بہرہ ور ہو کر نہ صرف دیندار مائیں اور بیٹیاں بنیں بلکہ سلسلہ کی اچھی مبلّغہ بن سکیں۔

## ناخواندہ بوڑھی خواتین کی تعلیم

حضرت امیر المؤمنین نے مستورات میں علم کی اشاعت کو اس قدر عام کر دیا کہ لجنہ اماء اللہ کے ماتحت ایک خاص سکیم بنا کر بوڑھی خواتین کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔ جس سے ایک بڑی تعداد ایسی خواتین کی جنہوں نے ساری عمر ایک نقطہ تک نہ پڑھا تھا پڑھنے لگ گئیں۔

## حضور کے اپنے درس

مستورات پر آپ کا اس قدر احسان ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کی گوناگوں مصروفیتیں ہیں۔ آپ مردوں کو درس نہیں دے سکتے۔ مگر آپ نے اس کمزور ناتواں طبقہ کو اٹھانے کے لئے اپنے اوقات گرامی میں سے ایک خاص وقت نکال کر ہفتہ کے دن قرآن شریف

کا باقاعدہ درس فرماتے ہیں اور یہ ایسی سعادت ہے کہ عورتیں اس کے لئے جس قدر بھی شکر گزار ہوں کم ہے۔

## مستورات کا سالانہ جلسہ

پہلے مستورات کے سالانہ جلسہ پر کوئی انتظام نہ تھا۔ اور وہ قادیان میں ایام جلسہ میں آکر یونہی پھر کر چلی جاتی تھیں۔ مگر آپ نے اپنے زمانہ کے شروع میں ہی مستورات کی اس دینی ضرورت کا شدت سے احساس کیا اور عورتوں کے لئے الگ جلسہ کی بنیاد رکھی۔ پہلے اس جلسہ کی بنیاد حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کے مکان میں رکھی گئی پھر یہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے مکان میں ہوتا رہا۔ اس کے بعد جب مستورات کی کثرت ہو گئی تو دارالانوار کے راستہ میں صدر انجمن کے وسیع احاطہ میں اور اب ہائی سکول کے وسیع میدان میں مغرب کی جانب ہوتا ہے اس جلسہ کا سارا انتظام مستورات ہی کرتی ہیں۔ مستورات ہزارہا کی تعداد میں باہر سے آتی ہیں اور روحانی فیض سے مالامال ہوتی ہیں۔

## احمدیہ مستورات کا اخبار

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مستورات کی ایک اور ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے ان کے لئے ایک اخبار جاری فرمایا۔ جس کا پہلا نام تادیب النساء رکھا۔ اور اسی کے نقش قدم پر مصباح جاری ہوا جو خدا کے فضل سے ترقی کر رہا ہے۔

## تحریک جدید میں مستورات کا حصہ

وہ مستورات جو یہ جانتی نہ تھیں کہ ہم پر کوئی چندہ بھی فرض ہے وہ حضرت کی تربیت کے ماتحت ہر شعبہ میں چندہ دینے لگیں اور قربانیاں کرنے لگیں۔ مسجد برلن اور مسجد لنڈن کا تو پہلے ذکر آچکا ہے تحریک جدید کے پہلے سال میں مستورات نے -/4240 روپیہ چندہ دیا اور اب ہر سال بڑھ رہا ہے۔ عام طور پر مستورات نے تحریک جدید کے منشاء کے ماتحت حد درجہ کی

سادگی اختیار کرلی ہے اور گوٹہ کناری زیورات وغیرہ اپنی مرغوب اشیاء کے استعمال کو سلسلہ کے مفاد کی خاطر قربان کر دیا ہے۔

## وصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مومنوں اور مومنات کے لئے خدا کی وحی کے ماتحت ایک مقبرہ بہشتی کا انتظام فرمایا۔ اس میں بھی عورتوں نے آپ کے زمانہ میں خوب حصہ لیا۔ چنانچہ اس وقت تک 1470 مستورات موصیہ ہو چکی ہیں۔

## خلافت جوبلی فنڈ

خلافت جوبلی فنڈ میں بھی مستورات نے نہایت خوشی سے حصہ لیا اور اس میدان میں بھی مردوں کے دوش بدوش حضرت امیر المؤمنین سے عقیدت کا اظہار کیا۔

## احمدیہ مجلس مشاورت میں حق نمائندگی

آپ کا یہ بھی ایک بڑا احسان ہے کہ آپ نے مستورات کو اپنی قومی مجلس شوریٰ میں حق نمائندگی عطا فرمایا۔ اور یہ ایسا اقدام ہے جو ہندوستان کی کسی قوم کی عورتوں کو بھی حاصل نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے اور بھی بیسیوں احسانات ہیں مثلاً بچوں کی تربیت کے لئے ناصرات الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔ عورتوں کا حق وراثت دلوانے کا مردوں سے عہد لیا۔ بعض جاہل مردوں کے مظالم سے بچانے کے لئے محکمہ قضاء کے دروازے کھولے۔

الغرض احمدی عورت نے علم میں، عمل میں، قربانی میں، نیکی میں، تقویٰ اور طہارت میں حضور کے زیر سایہ جس قدر ترقی کی اس کی مثال کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔ اس لئے احمدی مستورات کا فرض ہے کہ ایسے محسن آقا کے لئے دن اور رات دعاؤں میں مشغول رہیں تا اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے اور ان کے ارادوں اور عزائم کو پورا کرے۔ اے خدا تُو ایسا ہی کر۔

(الحکم (جوبلی نمبر) 28 دسمبر 1939ء صفحہ 57- جلد نمبر 42)

# پیشگوئی مصلح موعود پر ایک طائرانہ نظر!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ثبوتوں میں سے سب سے بڑا ثبوت آپ کی صداقت اور آپ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا پیشگوئی مصلح موعود ہے جو اپنے وقت پر جا کر نہایت آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی۔1886ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔۔۔۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔۔۔۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔۔۔۔"

اور اس قدرت اور رحمت اور قربت کے نشان کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ کس طرح پورا ہو گا وہ اس طرح کہ: "سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذُرّیّت و نسل ہو گا۔۔۔۔اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔۔۔۔" وغیرہ (تذکرہ صفحہ 109 تا 110 ایڈیشن چہارم 2004ء)

کوئی انسان خاص طور پر جس کی عمر بڑی ہو چکی ہو کبھی اپنے متعلق دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرے اولاد ہو گی بھی یا نہیں۔ پھر اگر اولاد ہونے کے آثار ظاہر ہو بھی جائیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس حمل سے زندہ بچہ پیدا بھی ہو گا یا درمیان میں حمل ضائع ہو جائے گا۔ پھر بچہ پیدا ہو بھی جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ زندہ بھی رہے گا، یہ جوان بھی ہو گا اور بڑا ہو کر قابل بھی ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ اسلام کی صداقت کے نشان کے طور پر بتاتا ہے کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا ہو گا۔نو سال کی میعاد کے اندر ہو گا۔لمبی عمر پائے گا۔صاحبِ شکوہ اور عظمت ہو گا۔سخت ذہین و فہیم ہو گا۔خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

پیشگوئی کے مطابق 12 جنوری 1889ء کو وہ لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ظاہری صحت کمزور ہے۔کبھی آنکھیں دُکھنے آجاتی ہیں۔کبھی کوئی اور تکلیف ستانے لگتی ہے۔بظاہر حالات کوئی خاص امید نہیں کی جا سکتی کہ یہ بچہ زندہ بھی رہے گا۔لیکن خدا کا سایہ اس کے سر پر ہے۔بیماریاں آتی ہیں اور اپنا زور دکھا کر چلی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر بیماری سے شفا دیتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ عمر آجاتی ہے جس میں بچہ کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے۔چونکہ بچہ کی آنکھیں اکثر دکھتی رہتی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہتے ہیں چلو صرف قرآن اور حدیث پڑھ لے اور پڑھ کر کیا کرنا ہے۔کسی دن پڑھنے جاتا ہے کسی دن نہیں۔کئی کئی ناغے پڑھائی میں ہو جاتے ہیں۔نہ استادوں ہی کی طرف سے اور نہ والدین کی طرف سے زور ڈالا جاتا ہے اور اسی حالت میں اس بچہ کی عمر 19 سال کی ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلا لیتا ہے۔دشمن شور مچاتا ہے کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔اس لڑکے کی پیدائش سے اسلام کی ترقی کو وابستہ کہا گیا تھا،اب مرزا صاحب کی وفات کے ساتھ جماعت بھی ختم ہو جائے گی اور چٹکیوں میں احمدیت کو مسل کر رکھ دیا جائے گا۔لیکن احمدیت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا تھا۔اللہ تعالیٰ اس جماعت کی باگ ڈور حضرت خلیفہ اولؓ کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔جن فتنوں نے سر نکالا تھا وہ بھی وقتی طور پر دب جاتے ہیں۔لیکن ابھی چھ سال کا عرصہ ہی گزرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اولؓ بھی وفات پا جاتے ہیں اور جماعت کی اکثریت اسی پچیس سالہ نوجوان کو جماعت کا خلیفہ منتخب کر لیتی ہے۔جماعت دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔دشمن کہتا ہے کہ سارا کام جماعت کا مولوی نورالدین صاحبؓ کیا کرتے تھے۔اب یہ جماعت دو دن کی مہمان

ہے۔جماعت کا باغی طبقہ شور مچاتا ہے کہ ہم نے اس بچہ کی بیعت نہیں کرنی۔جماعت کے سر کردہ لوگ الگ ہو جاتے ہیں اور آپ کی معیت سے انکار کر دیتے ہیں۔ مگر خدا کا وعدہ سچا تھا۔ خدا کا سایہ آپ کے سر پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحبِ شکوہ اور عظمت بتایا تھا آپ اس شدید فتنہ کے بھنور میں سے جو خلافت کے متعلق شروع ہو گیا تھا اپنی کشتی پار نکال کرلے جاتے ہیں۔نہ صرف یہی کہ وقتی طور پر جماعت اس فتنہ سے بچ نکلتی ہے بلکہ اس کے بعد جماعت کا ہر قدم ترقی کی طرف جاتا ہے۔نئے مشن کھلتے ہیں۔بہت سے مبلغین تیار کر کے باہر ملکوں میں تبلیغ کے لئے بھجوائے جاتے ہیں۔انگلستان کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لئے مسجد تعمیر ہوتی ہے۔جماعت کے چندے اور جماعت کا فنڈ روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔دشمن ہر طرح کے وار جماعت کے سر پر کرتا ہے لیکن جماعت کی کشتی کا یہ نوجوان ناخدا اسے ہر نئے بھنور سے جس میں کشتی پڑتی ہے نکال کرلے جاتا ہے۔آپ کے متعلق یہ بھی پیشگوئی تھی کہ وہ اولوالعزم ہو گا۔ کبھی مصریوں کی شکل میں کوئی فتنہ رونما ہوتا ہے اور کبھی احرار کی شکل میں مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، فتنوں کے سیلاب آئے اور ہر دفعہ دنیا نے یہ سمجھا کہ بس اب یہ جماعت چند روز کی مہمان ہے مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ جماعت جس کو وہ چند روزہ مہمان سمجھتے تھے اس کی جڑیں زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوتی چلی گئیں اور اس کا درخت زیادہ سے زیادہ پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ ایک مضبوط تناور درخت بن گیا جس کی کوئی شاخ امریکہ، کوئی لندن، کوئی سپین، کوئی جرمنی، کوئی انڈونیشیا، کوئی برما، کوئی عراق اور عرب اور کوئی افریقہ میں جا پہنچی۔ادھر جماعت ترقی کے راستہ پر گامزن رہی یہاں تک کہ جماعت کو وہ عظیم الشان دھکّا پہنچا جس سے نہ صرف دنیا بلکہ خود جماعت کے بعض کمزور طبیعت والے لوگوں کو خیال ہو گیا کہ اب جماعت کے لئے حقیقی خطرہ ہے اور یہ دھکا جماعت کی جڑیں ہلا دے گا مگر اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے اور جس نے اپنے نبی کو فرمایا تھا کہ تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل سے ایک ایسا لڑکا دوں گا جس کے سر پر خدا کا سایہ ہو گا۔جو جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی رستگاری کا موجب

ہو گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ خدا نے جو وعدہ اپنے نبی سے کِیا تھا وہ پورا نہ ہو۔ اور اسلام کی صداقت کا یہ نشان ظاہر نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ دھکّا جو ہجرت کا دھکّا تھا جماعت نے بُری طرح محسوس کیا۔ دیکھنے والوں نے یہی محسوس کیا کہ جماعت کی جڑیں ہل گئیں۔ مگر نہیں، جماعت کی جڑیں اور زیادہ گہری ہو گئیں۔ بے شک جماعت کو اپنا مرکز عارضی طور پر چھوڑنا پڑا لیکن خدا نے بہت جلد اُن کو ایک اور مرکز دے دیا جہاں وہ جمع ہو گئی۔ سارے مشرقی پنجاب سے لوگ نکلے اور مختلف جگہ بکھر گئے۔ کوئی ایک شہر، ایک قصبہ اور ایک گاؤں کے لوگ بھی اکٹھے آباد نہ ہو سکے۔ مشرقی پنجاب سے نکلتے وقت جو کچھ لوگوں کے ساتھ پیش آیا اور جس جس طرح لوگوں کی عزتیں لوٹی گئیں وہ اپنی جگہ ایک تلخ داستان ہے مگر مصلح موعود کی قیادت میں جماعت امن کے ساتھ، عزت کے ساتھ نکلی اور پھر منتشر نہیں ہوئی بلکہ ایک بے آب و گیاہ زمین کو جہاں پانی کی شکل بھی نہ دکھائی دیتی تھی اُسی اولوالعزم کی قیادت میں از سرِ نو آباد ہو گئی۔ نہ صرف یہ کہ آباد ہو گئی بلکہ تین چار سال کے قلیل عرصہ میں اُن کے مکانات بھی بن گئے، دفاتر بھی تعمیر ہو گئے، سکول اور کالج بھی جاری ہو گئے اور ربوہ بزبانِ حال دنیا کو چیلنج کر رہا ہے کہ اُولوالعزمی کی ایسی زندہ مثال کوئی اور ہو تو دکھا دو۔

اللہ تعالیٰ کے موعودوں کے لئے مخالفتیں مقدر ہوتی ہیں۔ چنانچہ اب کی مخالفت ایک نئے رنگ میں نمودار ہوئی جس کا نام "تحریک ختم نبوت" رکھا گیا۔ مگر خدا نے جماعت کی ترقی اپنے موعود خلیفہ کے ساتھ مقدر کر رکھی تھی۔ اس لئے گو مخالفتوں کے جھکّڑ چلے اور شیطانی طاقتوں نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملے کئے۔ احمدیوں پر حملے کئے گئے، اُن کے گھر لوٹے گئے، اُن کو شہید کیا گیا مگر احمدیوں کے خون کا جہاں ایک قطرہ گرا اللہ تعالیٰ نے ایک ایک قطرے کی بجائے ایک ایک مضبوط جماعت احمدیوں کی پیدا کر دی۔ دنیا نے تبلیغ بند کرنی چاہی خدا نے خود تبلیغ کروائی۔ یہاں تک کہ دنیا کو پھر ایک بار اعتراف کرنا پڑا کہ "خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہے" اور ہم خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بعض لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ جماعت کی تنظیم

کو ہم نہیں توڑ سکتے تو انہوں نے چاہا کہ جماعت کے سپہ سالار کو ختم کرنے کی کوشش کرو۔اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شخص نے 10 مارچ 54ء کو آپ کی جان پر حملہ کیا اِس نیت سے کہ میں ختم کر کے رکھ دوں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بھی جماعت کی طاقت اور عظمت کا موجب بنا دیا۔ کیونکہ مصلح موعود کو پیشگوئی میں ”فضل عمر“ بھی کہا گیا تھا۔ کیسے ممکن تھا کہ حضرت عمرؓ پر حملہ ہوتا اور فضل عمر پر نہ ہوتا۔ خدا تعالیٰ نے مشابہت بھی پوری کر دی اور چونکہ فضل عمر کہا تھا اس لئے حضرت عمرؓ پر فوقیت یہ دی کہ حضرت عمرؓ تو شہید ہو گئے تھے مگر فضل عمر کو خدا تعالیٰ نے بچالیا۔ اس واقعہ نے جہاں جماعت کے ایمان کو زیادہ کیا وہاں دنیا پر بھی حجت تمام کر دی کہ مصلح موعود کی پیدائش کو اسلام کی ترقی اور اسلام کے غلبہ کے ساتھ وابستہ کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اب اسلام کا غلبہ مصلح موعود کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہی فلاح پائے گا جو احمدیت کے دامن میں پناہ لے گا۔

احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی اس سے واضح اور روشن کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ آفتاب تو چمک رہا ہے کوئی جان بوجھ کر اپنی آنکھیں بند کرے اور کہے کہ مجھے روشنی نظر نہیں آتی تو ایسے انسان کا علاج تو کسی کے پاس بھی نہیں۔

(ماہنامہ مصباح فروری 1955ء صفحہ 9 تا 11)

# حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کے بارہ میں

# ایک غیر مطبوعہ نوٹ [1]

مولوی ابو العطاء صاحب نے خواہش کی ہے کہ مَیں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کی سیرت مقدسہ کے متعلق کچھ تحریر کروں۔ ابھی تک دل اور دماغ کی یہ حالت ہے کہ کچھ لکھا نہیں جاتا۔ حضرت فضل عمرؓ کی زندگی پرائیویٹ اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں تھی۔ بلکہ آپ کی زندگی کا ہر قول اور ہر فعل خداتعالیٰ کے اس قول کی شہادت دیتا رہا کہ آپ واقعی حُسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر تھے۔ آپ عاشق محبوب حقیقی، عاشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور عاشقِ قرآن تھے۔

میرا اور آپ کا تیس سالہ ساتھ رہا۔ مَیں نے اس تمام عرصہ میں یہی مشاہدہ کیا کہ آپ کی زندگی کا ہر ہر لحہ اور آپ کی تمام صلاحیتیں، اسلام کا جھنڈا بلند کرنے میں صَرف ہوئیں۔ آپ پر اعتراضات بھی ہوئے، دشمنوں نے ہر قسم کے وار کئے مگر آپ نے کبھی پرواہ بھی نہیں کی۔ پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ لیکن جہاں نظام سلسلہ، خلافت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر کوئی اعتراض ہوتا، آپ کی غیرت جوش میں آجاتی اور یوں لگتا کہ ایک لاوا اُبل پڑا ہے۔ اور جو اس کے سامنے آئے گا وہ اس میں بہ جائے گا۔ بڑے سے بڑا فتنہ اُٹھا مگر آپ کے عزمِ صمیم کے آگے نہ ٹھہر سکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

---

[1] ۔ یہ غیر مطبوعہ نوٹ حضرت سیدہ مریم صدیقہ کی ایک ڈائری میں لکھا ہوا ملا ہے۔ اس میں حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت کا خلاصہ آگیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوٹ حضورؓ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ کے بعد لکھا گیا تھا۔ (مرتب)

# حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مقدس سیرت کی چند جھلکیاں

چُن لیا تُو نے مجھے "ابنِ مسیحا" کے لئے
سب سے پہلے یہ کرم ہے میرے جاناں تیرا[1]

ہزاروں درود اور سلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جن کے طفیل ہمیں اسلام جیسی نعمت حاصل ہوئی اور پھر ہزاروں سلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جو اسلام کو دوبارہ لائے اور ہم نے زندہ خدا کا وجود ان کے ذریعہ سے دیکھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ان کی وجہ سے ایمان لانا نصیب ہوا۔ اور میرے رب کا کتنا بھاری احسان مجھ ناچیز پر ہے کہ اس نے مصلح موعود کے زمانہ میں مجھے پیدا کیا۔ نہ صرف اُن کا زمانہ عطا فرمایا بلکہ اُس کی قدرت کے قربان جاؤں اُس نے مجھ ناچیز ہستی پر کتنا بھاری انعام اور احسان فرمایا کہ مجھے اُس پاک و نورانی وجود، اُس قدرت و رحمت اور قربت کے نشان اور مثیل مسیح کے لئے چُن لیا۔ آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے، آپ کی تربیت میں زندگی گزارنے اور پھر اُس پاک وجود کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ خدا تعالیٰ کی کیا شان ہے۔ دینے پر آئے تو جھولیاں بھر بھر کر دیتا ہے۔ میں کیا اور میری ہستی کیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ اُس کے احسان اور انعام کا تصوّر کر کے بھی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ سر آستانہ اُلوہیت پر جھک جاتا ہے اور منہ سے بے اختیار نکل جاتا ہے۔

مَیں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

میری اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی رفاقت کا زمانہ تیس سال ہے۔ آپ کی سیرت پر روشنی ڈالنے سے قبل اپنی شادی اور اس کا پس منظر بیان کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔

---

[1] حضرت سیدہ مریم صدیقہ کا یہ نوٹ بھی الفضل میں شائع ہوا تھا کہ " یہ شعر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے جو آپ علیہ السلام نے بزبان حضرت اُمّ المومنینؓ فرمایا تھا۔ "اپنے مسیحا" کی جگہ "ابن مسیحا" لگا کر میں بھی جتنا خدا تعالیٰ کا شکر کروں کم ہے۔"

# میری شادی اور اس کا پس منظر

میرے والد صاحب حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی پہلی بیوی سے ایک لمبا عرصہ تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت اُمّ المؤمنینؓ کی خواہش تھی کہ میرے بھائی کے ہاں اولاد ہو۔ بھائی سے محبت بھی بہت زیادہ تھی۔ حضرت اماں جانؓ نے میری شادی کے بعد بھی کئی دفعہ مجھ سے یہ ذکر فرمایا کہ جب میاں محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) چھوٹے تھے تو میرے دل سے بار بار یہ دعا نکلتی تھی کہ الٰہی میرے بھائی کے ہاں بیٹی ہو تو میں اس کی شادی میاں محمود سے کروں۔ لیکن جو بات بظاہر ناممکن نظر آتی تھی یعنی حضرت اماں جانؓ کی دعا اور خواہش وہ میری شادی کے ذریعہ پوری ہوئی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ مَیں ذکر کر چکی ہوں کہ میرے ابا جانؓ کے ہاں جب بڑی والدہ صاحبہ سے جو بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہیں کوئی اولاد نہیں ہوئی تو حضرت اماں جان اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زور دینے پر میرے ابا جانؓ نے مرزا محمد شفیع صاحب کی بڑی لڑکی امۃ اللطیف صاحبہ سے 1917ء میں شادی کی۔ یہ رشتہ بھی حضور کا ہی طے کردہ تھا۔ 7 اکتوبر 1918ء کو میری پیدائش ہوئی۔ چونکہ اور کوئی پہلے اولاد نہ تھی اِس لئے میرے ابا جان نے مجھے ہی خدا تعالیٰ کے حضور وقف کر دیا۔ اس کا اظہار حضرت ابا جان نے اپنے کئی مضامین میں بھی کیا۔ اور جب میری شادی ہوئی تو آپ نے مجھے کچھ نصائح نوٹ بک میں لکھ کر دیں۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا۔

"مریم صدیقہ! جب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تمہارا نام مریم اس نیت سے رکھا تھا کہ تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے سلسلہ کے لئے وقف کر دوں۔ اسی وجہ سے تمہارا دوسرا نام نذرِ الٰہی بھی تھا۔ اب اس نکاح سے مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بندہ نواز خدا نے میری درخواست اور نذر کو واقعی قبول کر لیا تھا اور تم کو ایسے خاوند کی زوجیت کا شرف بخشا جس کی زندگی اور اس کا ہر شعبہ اور ہر لحظہ خدا تعالیٰ کی خدمت اور عبادت کے لئے وقف ہے۔ پس اس بات پر بھی شکر کرو کہ تم کو خدا تعالیٰ نے قبول فرما لیا اور میری نذر کو پورا کر دیا۔ فالحمدللّٰہ"۔

اسی سلسلہ میں اپنے ابا جان کے ایک مضمون کا اقتباس بھی پیش کرتی ہوں۔ آپ کا یہ مضمون "خُمخانہ عشق میں ایک رات" کے عنوان سے 3 نومبر 1936ء کے الفضل میں شائع ہوا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"آدھی رات تو ہو ہی چکی تھی میں چوکھٹ پر سر رکھے پڑا تھا اور اٹھنے کا خواہشمند تھا کہ اٹھنے کی اجازت ملی۔ وہیں دروازہ کے ساتھ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اپنی زبان میں اظہار تعشق یا یوں کہو مناجات شروع کی۔ ایسی مؤثر، ایسی رقت بھری کہ سنگدل سے سنگدل معشوق بھی اُس کو سُن کر آبدیدہ ہو جائے۔ آخر میرا جادو چل گیا اور یوں محسوس ہوا کہ کوئی پوچھتا ہے کہ کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔

اے خداوندِ من گناہم بخش
سوئے درگاہِ خویش راہم بخش
در دو عالم مرا عزیز توئی
وآنچہ می خواہم از تو نیز توئی [1]

"مفت" میں نے کہا میں کیا پیش کر سکتا ہوں جو کچھ ہے وہ آپ کا ہی دیا ہوا ہے۔ "**جان اور ایک چیز سب سے عزیز**"۔۔۔ میں نے ویسی فجر کی نماز ساری عمر نہ پڑھی تھی۔ اُف وہ خوشی وہ عجیب اور نئی قسم کی خوشی وہ لازوال اور لاانتہا خوشی میرا ہر ذرہ تن قریب تھا کہ اس خوشی سے پھٹ جائے یا شادی مرگ ہو جائے۔۔۔ زَہے نصیب وہ اور مجھے اپنا چہرہ دکھائیں وہ اور مجھ سے میری جان کا مطالبہ کریں۔ وہ اور مجھ سے ایک عزیز چیز کی نذر طلب کریں۔۔۔۔

دن کے آٹھ نہیں بجے تھے کہ ایک سیاہ بکرا اور ایک سفید مینڈھا کوچہ بندی میں کٹے

---

[1] یہ اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہیں جن کا ترجمہ ہے: اے میرے خدا میرے گناہ بخش دے، اور اپنی راہ کی طرف میری رہنمائی فرما، دونوں جہانوں میں میرا محبوب تُو ہی ہے، اور میں تجھ سے تجھی کو چاہتا ہوں۔

پڑے تھے۔اور عالم روحانی میں ان کے ساتھ دو اور نفس بھی ذبح ہو چکے تھے۔اور بارہ نہیں بجے تھے کہ میری سب سے عزیز چیز یعنی مسجد مبارک والا مکان میرے قبضہ سے نکل کر صدرانجمن کی تحویل میں منتقل ہو چکا تھا۔ ان باتوں سے فارغ ہو کر گھر گیا تو ایک اور عزیز چیز نظر آئی جس کا نام مریم صدیقہ تھا۔ مَیں نے اسے اُٹھا کر کہا کہ اِس کا نام ہی شاہد ہے۔میرا پہلے سے بھی ارادہ تھا اب اِسے بھی قبول فرمایئے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

21ء پر چودہ سال گزر چکے مسلسل چودہ سال (یہ واقعہ 1921ء کا تھا۔)بیم ورجا کے کہ آیا کچھ قبول بھی ہوتا ہے یا نہیں۔۔۔۔بہر حال 1935ء میں خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ آخری نذر کو ان کے ایجنٹ 30 ستمبر یوم دوشنبہ کو آکر میرے ہاں سے اُٹھا کر لے گئے۔مَیں نے سجدہ ادا کیا۔" (میری شادی 30 ستمبر 1935ء کو ہوئی تھی۔)

(الفضل 3 نومبر 1936ء جلد 24 صفحہ 4 تا 5)

اس اقتباس کو درج کرنے سے یہ بتانا مقصود تھا کہ میرے ابا جان نے میرے پیدا ہوتے ہی مجھے خدا تعالیٰ کے حضور وقف کر دیا تھا۔اور پھر یہ وقف رسمی وقف نہ تھا۔اُن کی شدید خواہش تھی کہ مَیں جو اُن کی اولاد میں سب سے بڑی تھی دین کی خدمت کروں۔اور اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمالے۔سو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ نہ صرف اس نے ان کی قربانی کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا بلکہ مجھے ایک لمبے عرصہ تک حضرت مصلح موعود کی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔اور کسی حد تک سلسلہ کی خدمت کا بھی۔اللہ تعالیٰ سے میری بھی یہی دعا ہے کہ وہ مجھے اپنی بقیہ زندگی کو اسلام احمدیت اور بنی نوع انسان کی خدمت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔تاجب مَیں اس کی جناب میں حاضر ہوں تو خدا تعالیٰ کی رضا مجھے حاصل ہو۔مَیں بھی سرخرو ہوں اور میرے ابا جانؓ کی روح بھی خوش ہو کہ مَیں اُن کی دلی خواہش کو پورا کرنے کا موجب بنی۔آمین اَللّٰھُمَّ آمین

میری عمر شادی کے وقت سترہ سال تھی۔اور یہ سترہ سالہ زمانہ جو میں نے میکے میں بسر کیا اُس کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ میری تربیت کرتے ہوئے حضرت ابا جان نے ہر وقت یہی

کان میں ڈالا کہ ہر صورت میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ میں جب چھوٹی تھی تو میرے لئے اباجان نے ایک دعائیہ نظم بھی کہی تھی جس کا آخری شعر یہ تھا۔

میرا نام ابّا نے رکھا ہے مریم

خدایا تُو صدیقہ مجھ کو بنادے

اباجان کی یہ دُعا جو انہوں نے میرے لئے کی تھی ظاہری رنگ میں بھی اس طرح پوری ہوئی کہ جب میری شادی ہوئی تو حضرت اُمِّ طاہرؓ زندہ تھیں۔ آپ کا نام بھی مریم تھا۔ اور چونکہ حضورؓ اُن کو مریم کے نام سے بلاتے تھے اور ایک ہی نام سے دونوں بیویوں کو بلانا مشکل تھا۔ آپ نے شروع شادی سے ہی میرے نام کے دوسرے حصہ سے مجھے بلایا اور ہمیشہ "صدیقہ" کہہ کر ہی بلایا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے میرے اباجان کی قربانی کو قبول فرماتے ہوئے مجھے حضرت مصلح موعودؓ کی زوجیت کا فخر عطا فرمایا۔ آج کل جس عمر میں لڑکیوں کی شادیاں ہو رہی ہیں ان کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے میری شادی خاصی [1] چھوٹی عمر میں ہوئی تھی۔ اس لئے بجا طور پر میں کہہ سکتی ہوں کہ مَیں نے جو کچھ سیکھا اور جو کچھ حاصل کیا اور جو کام بھی کیا وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تربیت، صحبت، فیض اور توجہ سے حاصل کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی کا تو ایک ایک واقعہ احمدیت کی تاریخ میں محفوظ ہو چکا ہے۔ مَیں اپنے اِس مضمون میں آپ کی مقدس سیرت کی کچھ جھلکیاں پیش کرنے کی کوشش کروں گی۔ اور یہ واقعات اُسی زمانہ پر مشتمل ہوں گے جو مَیں نے آپکے ساتھ گزارا۔

## اللہ تعالیٰ سے محبت

آپ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت تھی۔ اسلام کے لئے کتنی تڑپ تھی۔ اِس کی مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتی ہوں۔ عموماً شادیاں ہوتی ہیں۔ دولہا دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق و محبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت

---

[1] اصل مضمون میں لفظ خاص ہے جو سہو کاتب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ واعلم بالصواب۔ خاکسار مرتب

کی باتیں بھی ہوئیں، مگر زیادہ تر عشق الٰہی کی باتیں تھیں۔ آپ کی باتوں کا لُب لباب یہ تھا۔ اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جارہا تھا کہ مَیں ذکر الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں۔ دین کی خدمت کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی عظیم ذمہ داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ بار بار آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ مَیں نے تم سے شادی اسی غرض سے کی ہے اور مَیں خود بھی اپنے والدین کے گھر سے یہی جذبہ لے کر آئی تھی۔

## شادی کے موقع پر اباجان کی نصائح

میرے ابا جان نے شادی کے موقع پر مجھے جو نصائح لکھ کر دی تھیں اُن میں یہ سطور بھی لکھ کر دی تھیں:۔

"مریم صدیقہ! خدا تعالیٰ کا شکر کرو کہ اُس نے اپنے فضل سے تم کو وہ خاوند دیا ہے جو اِس وقت روئے زمین پر بہترین شخص ہے اور جو دُنیا میں اس کا خلیفہ ہے۔ دُنیا اور دین دونوں کے علوم کے لحاظ سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ خاندانی عزت اِس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہے اور جس کی بابت اُن کی وحی یہ ہے فرزند دلبند۔ گرامی ارجمند مَظۡهَرُ الۡحَقِّ وَالۡعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ دل کا حلیم سخت زکی اور فہیم ہو گا۔ اسیروں کی رستگاری کرے گا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ فضل عمر۔ بشیر الدین محمود۔ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (مفہوم)۔ پس تم اپنی خوش قسمتی پر جس قدر بھی ناز کرو بجا ہے۔"

اِسی تسلسل میں آگے چل کر آپ لکھتے ہیں:۔

"مریم صدیقہ! تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح پر خدمتِ دین کا کتنا بوجھ ہے اور اس کے ساتھ کس قدر ذمہ داریاں اور تفکرات اور ہموم و غموم وابستہ ہیں اور کس طرح وہ اکیلے تمام دنیا سے بر سرِ پیکار ہیں اور اسلام کی ترقی اور سلسلہ احمدیہ کی بہبودی کا خیال ان

کی زندگی کا مرکزی نکتہ ہے۔ پس اس مبارک وجود کو اگر تم کچھ بھی خوشی دے سکو اور کچھ بھی اُن کی تکان اور تفکرات کو اپنی بات چیت، خدمت گزاری اور اطاعت سے ہلکا کر سکو تو سمجھ لو کہ تمہاری شادی اور تمہاری زندگی بڑی کامیاب ہے اور تمہارے نامہ اعمال میں وہ ثواب لکھا جائے گا جو بڑے سے بڑے مجاہدین کو ملتا ہے۔"

## میری زندگی کا نصب العین

حضرت اباجانؓ کی وقتِ رخصت نصیحت اور شادی کے معاً بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی آرزو دونوں نے مل کر سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور زندگی کا نصب العین صرف اسلام کی خدمت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت اور اطاعت بن کر رہ گیا۔ شروع شروع میں غلطیاں بھی ہوئیں، کوتاہیاں بھی ہوئیں لیکن آپؓ کی تربیت اور سکھانے کا بھی عجیب رنگ تھا۔ آہستہ آہستہ اپنی مرضی کے مطابق ڈھالتے چلے گئے۔ شادی کے بعد آپ نے میری تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور خود اس میں راہ نمائی فرماتے اور دلچسپی لیتے رہے۔ بی اے پاس کرنے کے بعد آپ نے دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کروادیا۔ قرآن مجید خود پڑھانا شروع کیا لیکن سبقاً سارا نہیں پڑھا۔ سورہ مریم سے سورہ سبا تک حضور سے سبقاً قرآن مجید پڑھا اور چند ابتدائی پارے اور آخری دو پارے۔ شروع میں ہمیں گھر پر پڑھانا شروع کیا تھا۔ مجھے، عزیزہ امۃ القیوم سلمہا، عزیزم مبارک احمد اور عزیزم منور احمد کو پڑھاتے تھے۔ آہستہ آہستہ دوسرے لوگوں کی خواہش پر پھر وہ باقاعدہ درس کی صورت اختیار کر گیا اور تفسیر کبیر کی صورت میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ اتنا پڑھا کر پھر کبھی سبقاً نہیں پڑھایا۔ ہاں عورتوں میں بھی اور مردوں میں بھی جو درس ہوتا تھا وہ سُنتی تھی اور باقاعدہ نوٹ لیتی تھی۔ جو بعد میں حضورؓ ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ نوٹ لینے کی عادت بھی آپ نے ہی ڈالی۔ جب درس ہوتا تو آپ فرماتے ایک ایک لفظ لکھنا ہے بعد میں مَیں دیکھوں گا۔ آہستہ آہستہ اتنا تیز لکھنے کی عادت پڑ گئی کہ حضورؓ کی جلسہ سالانہ کی تقریر بھی

نوٹ کرلیتی تھی۔ اور حضورؓ بھی وقتاً فوقتاً کوئی مضمون لکھوانا ہوتا تو عموماً مجھ سے ہی املاء کرواتے۔ 1947ء کے بعد سے تو قریباً ہر خط ہر مضمون ہر تقریر کے نوٹ مجھ سے ہی املاء کروائے۔ الاماشاءاللہ۔

تفسیر صغیر کے مسودہ کا اکثر حصہ حضورؓ نے مجھ سے ہی املاء کروایا، ٹہلتے جاتے تھے قرآن مجید ہاتھ میں ہوتا تھا اور لکھواتے جاتے تھے۔ جب خاصا مواد لکھا جاچکا ہوتا تو پھر محکمہ زودنویسی کو صاف کرنے کے لئے دے دیتے۔ قرآن مجید پڑھاتے ہوئے بھی اس بات پر زور دیتے تھے کہ خود غور کرنے کی عادت ڈالو۔ اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تب پوچھو۔ عربی کی صَرف نحو مکمل مجھے آپ نے خود پڑھائی اور ایسے عجیب سادہ طریق سے پڑھائی کہ یہ مضمون کبھی مشکل ہی نہ لگا۔ عام طور پر عربی کے طالب علم صَرف ونحو سے ہی گھبراتے ہیں مگر آپ کے پڑھانے کا طریق اتنا سادہ اور عام فہم ہوتا تھا کہ یوں لگتا تھا کہ یہ کوئی مشکل چیز ہی نہیں ہمیں پہلے سے آتی تھی۔

## تقریر کرنے کے لئے ہدایات

تقریر کرنا آپ نے خود سکھایا۔ میری شادی کے بعد جو پہلا جلسہ سالانہ یا غالباً دوسرا تھا آپؓ نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مَیں بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کروں۔ مَیں نے اِس سے قبل کبھی تقریر کیا مضمون بھی لکھ کر نہیں پڑھا تھا۔ مَیں نے عرض کی کہ آپ لکھ دیں میں پڑھ دوں گی۔ فرمایا یہ غلط ہے اِس طرح کبھی تمہیں تقریر کرنی نہیں آئے گی۔ اس موضوع پر میں تمہارے سامنے تقریر کرتا ہوں تم غور سے سنو ضروری حوالہ جات وغیرہ نوٹ کرواور پھر انہی نوٹوں کی مدد سے تم تقریر کرو میں سنوں گا۔ غرض آپؓ نے اس موضوع پر جو اَب مجھے یاد نہیں رہا تقریر فرمائی۔ اور پھر جو میں نے آپ کی تقریر کے نوٹ لئے تھے وہ دیکھے۔ اُن میں اصلاح فرمائی اور اُن پر از سَر نوَ مضمون تیار کرکے تقریر کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ اِس طرح آہستہ آہستہ مشق ہوتی گئی۔

ہر جلسہ سالانہ کے موقع پر جب آپ تقریر فرمانے کے لئے جانے لگتے تو کہا کرتے تھے کہ میری تقریر کے نوٹ ضرور لینا میں آکر دیکھوں گا۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ بھی یاد آگیا۔ حضورؓ کی صاحبزادی امۃ لعزیز کو جب پہلی بار حضورؓ کی جلسہ سالانہ کی تقریر اچھی طرح سمجھ آئی اور لُطف آیا تو گھر آکر کہنے لگی کہ " ابا جان کو بھی تقریر کرنی آگئی ہے "۔ اِنہوں نے لطیفہ سنا تو بہت ہنسے، کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آج اُسے پہلی بار میری تقریر سمجھ آئی ہے۔ اُس کے نزدیک تو آج ہی مجھے تقریر کرنی آئی ہے۔

حضورؓ کی تقریروں کے نوٹ لے لے کر خدا تعالیٰ کے فضل سے تیز لکھنے کی عادت پڑی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ کتنا ہی تیزی سے مضمون لکھواتے تھے لکھ لیتی تھی۔ سب سے پہلی دفعہ آپؓ نے اپنی جس تقریر کے نوٹ مجھے املاء کروائے تھے وہ "نظام نو" والی تقریر تھی۔ آپ لکھواتے گئے مَیں لکھتی گئی۔ جب نوٹ مکمل ہو گئے تو فرمانے لگے کچھ سمجھ آیا؟ مَیں نے جو کچھ آپ نے لکھوایا تھا وہ بتانا شروع کیا۔ کہنے لگے نہیں یہ تو تمہیدیں ہیں، یہ قرآن مجید، احادیث کے حوالہ جات ہیں، ان سے مَیں کس مضمون کی طرف آنا چاہتا ہوں؟ مَیں نے کہا یہ تو سمجھ نہیں آئی۔ کہنے لگے یہی تو کمال ہے کہ سارا مضمون اشاروں میں لکھوایا گیا مگر تم بتا نہ سکیں کہ کیا موضوع میری تقریر کا ہو گا۔ مَیں نے کہا پھر بتائیں۔ کہنے لگے نہیں اب جلسہ پر ہی سننا۔

آپ کی تمام زندگی قرآن مجید کی آیت اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (الانعام: 163) کے مطابق گزری ہے۔ آپ کی تیس سالہ رفاقت میں مَیں نے تو یہی مشاہدہ کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر جیسا عظیم الشان ایمان تھا وہ سوائے انبیاء کے اور کسی وجود میں نظر نہیں آتا۔ آپ کے باون سالہ دور خلافت میں کئی فتنے اٹھے بظاہر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ دنیا نے سمجھ لیا کہ اب یہ جماعت منتشر ہو جائے گی، اس کا اتحاد ٹوٹ جائے گا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین کامل تھا اور یہ یقین تھا کہ یہ رِدا اُس نے پہنائی ہے اسے کوئی اتار نہیں سکتا۔ بڑے سے بڑا فتنہ اُٹھے، بڑے سے بڑا دشمن مقابل میں

آ ئے وہ بہر حال شکست کھائے گا۔ سب سے پہلے پیغامیوں کا فتنہ اٹھا۔ اُن کو زُعم تھا کہ جماعت کے سر کردہ ہمارے ساتھ ہیں، آہستہ آہستہ ساری جماعت ہمارے ساتھ ہو جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو الہاماً بتا چکا تھا کہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ آپ کے اطاعت گزار آپ کے نہ ماننے والوں پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے علی الاعلان ان کو چیلنج دیا کہ

پھیر لو جتنی جماعت ہے میری بیعت میں
باندھ لو ساروں کو تم مکر کی زنجیروں سے
پھر بھی مغلوب رہو گے مرے تا یوم البعث
ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے

اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اُس پاک وجود کے سر پر واقعی خدا کا سایہ تھا۔ جنہوں نے اُس کی مخالفت کی وہ ناکام رہا اور جس نے اس مسیحی نفس سے تعلق رکھا اس نے روح الحق کی برکت سے بیماریوں سے نجات پائی۔

# ایمان باللہ کے ایمان افروز نمونے

اللہ تعالیٰ پر جو آپ کو ایمان تھا اس کی ابتدا جس رنگ میں ہوئی اس کا بیان میں آپؓ کے ہی الفاظ میں تحریر کرتی ہوں۔

"1900ء میرے قلب کو اسلامی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے۔ میں گیارہ سال کا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جُبّہ لایا تھا میں نے آپ سے وہ جُبّہ لے لیا تھا کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے۔ مَیں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں سے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب مَیں گیارہ سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو

میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مَیں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں اُس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ مَیں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ مَیں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ مَیں نے اُس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو اُس وقت مَیں گیارہ سال کا تھا۔۔۔۔ مگر آج بھی اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں مَیں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ خدایا تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو ہاں اُس وقت مَیں بچہ تھا اب مجھے زائد تجربہ ہے اب مَیں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔"

(الحکم (جوبلی نمبر) جلد42 نمبر31 تا40 مورخہ 28دسمبر 1939ء صفحہ 9)

تاریخ خلافت ثانیہ شاہد ہے، دوست بھی اور دشمن بھی کہ آپ کبھی کسی بڑے سے بڑے ابتلاء پر نہیں گھبرائے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا اور اپنے اس یقین کو بڑی تحدّی سے دنیا کے سامنے پیش فرماتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتادیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں تو آپ نے فرمایا۔

"خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مال دار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ

میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دے گا۔" (الموعود انوار العلوم جلد 17 صفحہ 647)

آپؓ کے باون سالہ دور خلافت کا ایک ایک دن شاہد ہے، زمین اور آسمان گواہ ہیں کہ مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، فتنے اٹھے، جماعت کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ آپؓ کی جان پر حملہ کیا گیا مگر آپ کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا اور اللہ تعالیٰ کا سایہ ہر آن آپ پر رہا جب تک کہ نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا وقت نہ آ گیا۔

انسان جس ہستی سے محبت کرتا ہے اُس سے ناز بھی کرتا ہے اور وہ اپنی محبوب ہستی کے ناز بھی اٹھاتا ہے۔ آپ کے ایک مضمون کا اقتباس درج ذیل کرتی ہوں جس سے اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"کچھ دن ہوئے ایک ایسی بات پیش آئی کہ جس کا کوئی علاج میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اُس وقت مَیں نے کہا کہ ہر ایک چیز کا علاج خدا تعالیٰ ہی ہے اُسی سے اس کا علاج پوچھنا چاہیئے۔ اُس وقت مَیں نے دعا کی اور وہ ایسی حالت تھی کہ میں نفل پڑھ کر زمین پر ہی لیٹ گیا اور جیسے بچہ ماں باپ سے ناز کرتا ہے۔ اُسی طرح مَیں نے کہا اے خدا! مَیں چارپائی پر نہیں زمین پر ہی سوؤں گا۔ اس وقت مجھے یہ بھی خیال آیا کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے مجھے کہا ہوا ہے کہ تمہارا معدہ خراب ہے اور زمین پر سونے سے معدہ اور زیادہ خراب ہو جائے گا لیکن مَیں نے کہا آج تو مَیں زمین پر ہی سوؤں گا۔۔۔۔ جب مَیں زمین پر سو گیا تو دیکھا کہ خدا کی نصرت اور مدد کی صفت جوش میں آئی اور متمثل ہو کر عورت کی شکل میں زمین پر اتری۔ ایک عورت تھی اس کو اس نے سوٹی دی اور کہا اسے مار اور کہو جا کر چارپائی پر سو۔ مَیں نے اس عورت سے سوٹی چھین لی۔ اس پر اُس نے (خدا تعالیٰ کی اُس مجسم صفت) نے سوٹی خود پکڑ لی اور مجھے مارنے لگی اور میں نے کہا لو مار لو۔ مگر جب اس نے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو زور سے سوٹی کو گھٹنے تک لا کر چھوڑ دیا اور کہا دیکھ محمود! مَیں تجھے مارتی نہیں پھر کہا جا اُٹھ کر سو رہو یا نماز پڑھ۔ مَیں اُسی وقت کود

کر چارپائی پر چلا گیا اور جا کر سو رہا۔ مَیں نے اُس وقت سمجھا کہ اس حکم کی تعمیل میں سونا ہی بہت بڑی برکات کا موجب ہے۔

تو خدا تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کے سامنے سب کچھ ہیچ ہو جاتا ہے تم اس کے لئے کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرے تا کہ اس کی مدد اور نصرت تم کو مل جائے اور جب اس کی نصرت تمہارے ساتھ شامل ہو جائے تو پھر ساری دنیا ہے کیا چیز؟ وہ تو ایک کیڑے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی؟" (اصلاح نفس انوار العلوم جلد 5 صفحہ 459)

1953ء میں جب پنجاب میں فسادات رونما ہوئے، احمدیت کی شدید مخالف کی گئی، احمدیوں کے گھروں کو آگیں لگائی گئیں اور اس قسم کی افواہیں سننے میں آئیں کہ کہیں آپ پر بھی ہاتھ نہ ڈالا جائے اور گرفتار نہ کر لیا جائے۔ چنانچہ ان دنوں میں قصر خلافت کی تلاشی بھی لی گئی لیکن آپ کی طبیعت میں ذرہ بھر بھی گھبراہٹ نہ تھی سکون سے اپنے کام جاری تھے۔ جو لوگ آپ سے محبت کرتے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ چند روز کے لئے باہر چلے جائیں بلکہ گھبرا کر کراچی کے بعض ذمہ دار دوست آپ کو لینے کے لئے بھی آ گئے کہ آپ وہاں چلے چلیں چند دن میں یہ شورش ختم ہو جائے گی۔ آپ نے ان دوستوں کا ہمدردانہ مشورہ سنا تھوڑی دیر کے لئے اندر آئے اور آکر دعا شروع کر دی۔ دعا ختم کر کے باہر تشریف لے گئے اور جا کر اُن دوستوں سے کہا کہ مَیں ہرگز جانے کے لئے تیار نہیں جو خدا وہاں ہے وہی یہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ میری یہیں حفاظت کرے گا۔ اور جو مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے ڈرے۔ چنانچہ چند ہی دن میں ملک میں انقلاب آ گیا۔ جو مخالفت میں اُٹھے تھے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور جو اُن کے سرکردہ تھے وہ الٰہی گرفت میں آئے۔

## صداقت کو پھیلانے کی تڑپ

شدید تڑپ تھی کہ دنیا جلد سے جلد صداقت کو قبول کرے اس سلسلہ میں اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتی ہوں۔ 1938ء کا واقعہ ہے میری طرف حضورؓ کی باری تھی کہ رات کو آپ

نے رؤیا دیکھا۔رؤیا لمبا ہے اس لئے تفصیل سے نہیں لکھتی "المبشرات" میں شائع ہوا ہوا ہے۔اس میں آپؓ نے ایک زبردست طوفان کا نظارہ دیکھا۔ آپؓ جاگ اٹھے، مجھے جگایا اور فرمایا کہ میں نے رؤیا دیکھا ہے میں لکھواتا ہوں ابھی لکھ لو(آپ کا دستور تھا کہ جب بھی کبھی کوئی رؤیا دیکھتے عموماً اُسی وقت جگا کر لکھوا دیتے تھے) رؤیا لکھوانے کے بعد آپ کی طبیعت میں بے چینی پیدا ہوگئی، کمرہ سے باہر صحن میں نکل گئے اور ٹہل ٹہل کر نہایت رقّت اور سوز و گداز سے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کرنے لگے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا۔ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ۔ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا۔ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا۔ ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۔ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا۔ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔ مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا۔ (سورۃ نوح: 6تا14)

آپؓ کا پڑھنے کا انداز اور جس تڑپ سے آپ ان آیات کو بار بار پڑھ رہے تھے اتنا لمبا عرصہ گزر جانے پر بھی نہیں بھول سکتی۔یوں لگتا تھا کہ آپ کا دل پھٹ جائے گا۔آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور لگتا تھا کہ آپ کی فریاد عرشِ الٰہی کو ہلا دے گی۔پڑھتے پڑھتے آپ کی آواز اتنی اونچی ہوگئی کہ قریب کے گھروں کے لوگ جاگ اُٹھے۔اگلے دن صبح میری چچی جان مرحومہ (بیگم حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ) جو اُن دنوں مہمان خانہ کے کوارٹرز میں مقیم تھیں آئیں اور کہنے لگیں کہ آج رات حضرت صاحب آدھی رات کو بڑی اونچی تلاوت کر رہے تھے ہمیں اپنے گھر میں آواز آرہی تھی۔اس پر میں نے اُن کو سارا واقعہ بتایا۔

آپ کی تمام کتب اور تقاریر پڑھ جائیں ان کا لُب لباب یہی ہے کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو۔شروع خلافت سے لے کر آخر تک آپ اسی کی تلقین کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق پختہ کرو۔صرف ایک ہی حوالہ پر اکتفا کرتی ہوں۔آپ فرماتے ہیں:-

"اب مَیں بتاتا ہوں کہ وہ کیا شے ہے جس کی طرف میں آپ لوگوں کو بلاتا ہوں اور وہ کونسا نکتہ ہے جس کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔

سنو! وہ ایک لفظ ہے زیادہ نہیں صرف ایک ہی لفظ ہے اور وہ **اللہ** ہے۔ اسی کی طرف میں تم سب کو بلاتا ہوں اور اپنے نفس کو بھی اسی کی طرف بلاتا ہوں۔ اسی کے لئے میری پکار ہے اور اسی کی طرف جانے کے لئے میں بگل بجاتا ہوں پس جس کو خدا تعالیٰ توفیق دے آئے اور جس کو خدا تعالیٰ ہدایت دے وہ اسے قبول کرے۔" (برکات خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 236)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عشق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بے انتہا عشق تھا مجھے کبھی نہیں یاد کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیا اور آپ کی آواز میں لرزش اور آپ کی آنکھوں میں آنسو نہ آ گئے ہوں آپ کے مندرجہ ذیل اشعار جو سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کہے گئے ہیں آپ کی محبت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوبِ خدا ہے
ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دوسرا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکیں
وہی آرام میری روح کا ہے
خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی اک راہِ دیں کا رہنما ہے

اسی طرح آپ کی مندرجہ ذیل تحریر بھی آپ کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے:۔

"نادان انسان ہم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اُسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم، اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے وہ کیا جانے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے۔ میرا دل ہے۔ میری مراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اُس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہتِ ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر مَیں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر مَیں اس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر مَیں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(حقیقۃ النبوۃ انوار العلوم جلد 2 صفحہ 503)

## قرآن مجید سے عشق

اسی طرح قرآن مجید سے آپ کو جو عشق تھا اور جس طرح آپ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ خدا تعالیٰ کی آپ کے متعلق پیشگوئی کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جن دنوں میں تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا تھا نہ سونے کا نہ کھانے کا بس ایک دُھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ تفسیر صغیر تو لکھی ہی آپ نے بیماری کے پہلے حملہ کے بعد یعنی 1956ء میں۔ طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی۔ گو یورپ سے واپسی کے بعد صحت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی۔ مگر پھر

بھی کمزوری باقی تھی۔ ڈاکٹر کہتے تھے آرام کریں، فکر نہ کریں، زیادہ محنت نہ کریں، لیکن آپ کو ایک دُھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔ بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ کبھی مجھ سے املاء کرواتے۔ مجھے گھر کا کام ہوتا تو مولوی یعقوب صاحب مرحوم کو ترجمہ لکھواتے رہے۔ آخری سورتیں لکھوا رہے تھے غالباً اُنتیسواں سیپارہ تھا یا آخری شروع ہو چکا تھا (ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر صغیر مکمل ہوئی تھی) کہ مجھے بہت تیز بخار ہو گیا میرا دل چاہتا تھا کہ متواتر کئی دن سے مجھے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں میرے ہاتھوں ہی یہ مقدس کام ختم ہو۔ مَیں بخار سے مجبور تھی اِن سے کہا کہ مَیں نے دوائی کھالی ہے آج یا کل بخار اتر جائے گا۔ دو دن آپ بھی آرام کر لیں آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں تا مَیں ثواب حاصل کر سکوں۔ نہیں مانے، کہ میری زندگی کا کیا اعتبار۔ تمہارے بخار اترنے کے انتظار میں اگر مجھے موت آجائے تو؟ سارا دن ترجمہ اور نوٹس لکھواتے رہے اور شام کے قریب تفسیر صغیر کا کام ختم ہو گیا۔

بے شک تفسیر کبیر مکمل قرآن مجید کی نہیں لکھی گئی۔ مگر جو علوم کا خزانہ ان جلدوں میں آپ چھوڑ گئے ہیں وہ اتنا زیادہ ہے کہ ہماری جماعت کے احباب ان کو پڑھیں ان سے فائدہ اُٹھائیں تو بڑے سے بڑا عالم اُن کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو بقیہ پاروں کی تفسیر مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللّٰھم امین۔

قرآن مجید کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جب بھی وقت ملا تلاوت کر لی۔ یہ نہیں کہ دن میں صرف ایک بار یا دو بار۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ صبح اُٹھ کر ناشتہ سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپ انتظار میں ٹہل رہے ہیں قرآن مجید ہاتھ میں ہے لوگ ملنے آگئے قرآن مجید رکھ دیا یل کر چلے گئے۔ پڑھنا شروع کر دیا۔ تین تین چار چار دن میں عموماً مَیں نے ختم کرتے دیکھا ہے۔ ہاں جب کام زیادہ ہوتا تھا تو زیادہ دن میں بھی۔ لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ صبح سے قرآن مجید ہاتھ

میں ہے ٹہل رہے ہیں اور ایک ورق بھی نہیں الٹا۔دوسرے دن دیکھا تو پھر وہی صفحہ مَیں نے کہاکہ آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے لیکن آپ پڑھ نہیں رہے؟ تو فرماتے "ایک آیت پر اٹک گیاہوں جب تک اس کے مطالب حل نہیں ہوتے آگے کس طرح چلوں۔"

ایک دفعہ یونہی خدا جانے مجھے کیاخیال آیامَیں نے پوچھا کہ آپ نے کبھی موٹر بھی چلانی سیکھی؟ کہنے لگے ہاں ایک دفعہ کوشش کی تھی مگر اِس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ ٹکر نہ مار دوں۔ہاتھ پہیے پر تھے اور دماغ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں الجھاہوا تھاموٹر کیسے چلاتا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ قرآن مجید پڑھتے پڑھتے کہنا اچھابتاؤاِس آیت کا کیا مطلب ہے! مَیں نے جو سمجھ آئی کہہ دینا یا کہہ دینا پتہ نہیں آپ بتائیں تو پھر کہنا کہ یہ نیا نکتہ سُوجھا ہے اور اِس آیت کے یہ نئے مطالب ذہن میں آئے ہیں۔جب حضور نے تفسیر کبیر کی سورۃ یونس سے سورۃ کہف تک والی تفسیر لکھی اور وہ پہلی جلد شائع ہوئی تو فرمانے لگے کہ اسے پڑھو مَیں تمہارا امتحان لوں گا۔مَیں نے کہا اچھالیکن یہ اتنی موٹی کتاب ہے اگلے سال امتحان لے لیں اتناوقت تو یاد کرنے کے لئے چاہئے۔کہنے لگے نہیں صرف ایک ماہ۔اگر زیادہ مہلت دی تو تم کبھی بھی نہیں پڑھوگی یہ خیال ہو گا کہ چلوبڑاوقت پڑاہے پڑھ لوں گی۔پڑھنے کا یہ مطلب نہیں کہ زبانی یاد کرو۔بلکہ شروع سے آخر تک بس پڑھ جاؤ۔خود ہی ذہن نشین ہو جائے گا۔جب مَیں نے بہت اصرار کیا تو کہنے لگے کہ اچھا ڈھائی (اڑھائی) مہینے۔خیر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ڈھائی (اڑھائی) ماہ میں مَیں نے اسے ختم کر لیااور آپ نے زبانی دو تین سوال پوچھ کر میرا امتحان لیا اور اللہ تعالیٰ نے عزت بھی رکھ لی کہ جواب آگئے۔

عورتوں میں جب ہفتہ وار درس دیا کرتے تھے اس میں ایک یا دو دفعہ مجھے یاد ہے عورتوں کا امتحان بھی لیا تھا کثرت سے عورتوں نے امتحان دیا تھااور پرچے دیکھ کر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔ایک دفعہ سورہ مزمّل کا اور ایک دفعہ سورہ سبا کا۔سورہ سبا کی اس آیت وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (سبا:24) پر کئی دن درس جاری رہا تھا۔شفاعت کا مسئلہ بہت تشریح

سے بیان فرمایا تھا اور بعد میں اس حصہ میں سے امتحان لیا تھا جس میں صاحبزادی امۃ القیوم اوّل آئی تھیں۔

## درس کے سلسلہ میں ایک واقعہ

درس کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ یاد آیا قرآن مجید کے درس کے ساتھ آپ نے کچھ عرصہ بخاری شریف کا درس بھی عورتوں میں دیا تھا۔ گو وہ زیادہ لمبا عرصہ جاری نہ رہ سکا شاید ایک یا دو پاروں کا درس ہوا تھا ایک دن آپ نے درس دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج کا واقعہ بیان فرمایا اور جب یہ الفاظ بیان فرمائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح یہ مہینہ مقدس ہے، جس طرح یہ علاقہ مقدس ہے، جس طرح یہ دن مقدس ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی جان اور اس کے مال اور عزت کو مقدس قرار دیا ہے اور کسی کی جان اور کسی کے مال پر حملہ کرنا ایسا ہی ناجائز ہے جیسے کہ اس مہینے، اس علاقہ اور اس دن کی ہتک کرنا۔ یہ حکم آج کے لئے نہیں کل کے لئے نہیں بلکہ اس دن تک کے لئے ہے کہ تم خدا سے جا کر ملو۔ پھر فرمایا یہ باتیں جو مَیں تم سے آج کہتا ہوں ان کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دو کیونکہ ممکن ہے کہ جو لوگ آج مجھ سے سن رہے ہیں ان کی نسبت وہ لوگ ان پر زیادہ عمل کریں جو مجھ سے نہیں سن رہے۔

یہ حدیث بیان فرما کر آپ نے عورتوں سے کہا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث تمہیں سنا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم میں سے ہر عورت جو میرا درس سن رہی ہے وہ کم از کم ایک ایسی عورت کو جس نے آج درس نہیں سنا اس کے گھر جا کر یہ حدیث سنائے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کرے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے عورتوں میں بڑا جوش پیدا ہوا اور قادیان میں گھر گھر عورتیں پھر کر جو عورتیں درس میں نہیں آسکی تھیں ان کو یہ حدیث سناتی پھرتی تھیں اور ہر عورت کوشش کرتی تھی کہ اس ثواب سے محروم نہ رہ جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اُمّ المومنینؓ سے بیحد محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر بھی اکثر آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔ آپ کی یاد میں آپ کے مندرجہ ذیل اشعار آپ کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اے مسیحا تیرے سودائی جو ہیں ہوش میں بتلا کہ ان کو لائے کون

تُو تو واں جنت میں خوش اور شاد ہے ان غریبوں کی خبر کو آئے کون

اے مسیحا ہم سے گو تو چھٹ گیا دل سے پر الفت تری چھڑوائے کون

جانتا ہوں صبر کرنا ہے ثواب اس دلِ نادان کو سمجھائے کون؟

آپ خود حُسن واحسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظیر تھے اور اپنی ساری زندگی آپ نے اُس مشن کو پورا کرنے میں خرچ کی جس کی داغ بیل حضرت مسیح موعودؑ نے ڈالی تھی۔ آپ نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے" کے موضوع پر 27ء میں ایک تقریر فرمائی تھی جس میں آپ کے کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

"مَیں نے آپ کے کاموں کی تعداد 15 بتائی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کا کام یہیں ختم ہو گیا ہے آپ کا کام اس سے بہت وسیع ہے اور جو کچھ کہا گیا ہے یہ اصولی ہے اور اس میں بھی انتخاب سے کام لیا گیا ہے۔ اگر آپ کے سب کاموں کو تفصیل سے لکھا جائے تو ہزاروں کی تعداد سے بھی بڑھ جائیں گے اور میرے خیال میں اگر کوئی شخص انہیں کتاب کی صورت میں جمع کر دے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ منشاء پورا ہو سکتا ہے جو آپ نے براہین احمدیہ میں ظاہر فرمایا ہے اور وہ یہ کہ اِس کتاب میں اسلام کی تین سو خوبیاں بیان کی جائیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ وعدہ اپنی مختلف کتابوں کے ذریعہ پورا کر دیا۔ آپ نے اپنی کتابوں میں تین سو سے بھی زائد خوبیاں بیان فرما دیں اور میں یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

(حضرت مسیح موعود کے کارنامے انوار العلوم جلد 10 صفحہ 203)

خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی اس خواہش کے مدِّ نظر 1928ء سے 1936ء

تک یہ تقریریں اسی سلسلہ میں کیں جو فضائل القرآن کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔ان تقاریر سے بھی حضور کا منشا تھا کہ قرآن کریم کی فضیلت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تین سو دلائل دینے کا براہین احمدیہ میں وعدہ فرمایا تھا اُسے ظاہری طور پر پورا فرماویں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت یہ تقاریر ناتمام رہیں اور بعض اور قرآنی مضامین کے متعلق حضور تقاریر فرماتے رہے۔

## حضرت اماں جان کی عزت واحترام

حضرت اُمّ المومنینؓ کی عزت اور احترام کا مشاہدہ تو اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ایک دفعہ ایک عورت نے آپ سے شکایت کی کہ میرا بیٹا میرا خیال نہیں رکھتا آپ سمجھائیں۔ آپ بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کوئی بیٹا ماں سے بُرا سلوک کر ہی کیسے سکتا ہے۔ حضرت اُمّ المومنینؓ کا خود باوجود عدیم الفُرصتی کے بہت خیال رکھتے تھے اور اپنی بیویوں سے بھی یہی امید رکھتے تھے کہ وہ حضرت اماں جان کا خیال رکھیں۔ کبھی فراغت ہوئی تو حضرت اماں جان کے پاس بیٹھ جاتے۔ آپ کو کوئی واقعہ یا کہانی سناتے۔ سفروں میں اکثر اپنے ساتھ رکھتے۔ جس موٹر میں خود بیٹھتے اُس میں حضرت اماں جان کو اپنے ساتھ بٹھاتے۔ کہیں باہر سے آنا تو سب سے پہلے حضرت اماں جان سے ملتے اور آپ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتے۔ اپنے بہن بھائیوں سے بھی بہت پیار تھا۔ ہجرت کے وقت حضورؓ پاکستان تشریف لا چکے تھے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ابھی قادیان میں ہی تھے حالات خراب ہو رہے تھے آپ کو ان کے متعلق بہت تشویش تھی ٹہل ٹہل کر دعائیں کرتے رہتے تھے۔ جس دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لاہور پہنچے اور گھر میں داخل ہوئے آپ پہلے تو فوراً سجدہ میں گر پڑے اور پھر حضرت میاں صاحب کا ہاتھ پکڑا اور سیدھے حضرت اماں جان کے کمرہ میں تشریف لے گئے اور فرمانے لگے لیں اماں جان! آپ کا بیٹا آ گیا۔ گویا بڑے بھائی ہونے کے لحاظ سے جو اُن پر فرض عائد ہوتا تھا اس سے سبکدوش ہو گئے۔

## بھائیوں اور بہنوں سے محبت

حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی وفات 26دسمبر1961ء کو ہوئی تھی۔ٹھیک ایک سال قبل 26 دسمبر1960ء کو آپ گھبرا کر اُٹھے اور مجھے کہا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میاں شریف احمد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔مَیں نے کہا کہ وہ خدا کے فضل سے بالکل ٹھیک ہیں۔کہنے لگے کہ نہیں ابھی فون کر کے داؤد سے کہو کہ خود اُن کے پاس جا کر اُن کو دیکھ کر آئے۔داؤد نے جب بتایا کہ خیریت سے ہیں تو کچھ تسلی ہوئی لیکن اُس خواب کے اثر سے قریباً ساری رات جاگتے رہے اور دعا کرتے رہے۔اللہ تعالیٰ کی مشیت دیکھیں کہ اُس وقت دعاؤں سے اپنی تقدیر ٹلا دی اور ٹھیک ایک سال کے بعد اُسی تاریخ کو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی وفات ہوئی۔

دونوں بہنیں بھی بہت پیاری تھیں لیکن حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے بہت زیادہ محبت اور بے تکلفی تھی۔سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سے بیٹیوں کی طرح مشفقانہ سلوک تھا۔لیکن اُن کی بھی ذرا سی تکلیف کا علم ہوتا تھا تو بیقرار ہو جاتے تھے۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ آتیں تو اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے پرانے اور اپنے بچپن کے واقعات دہراتے کبھی خود سناتے کبھی ان سے سنتے۔جب کوئی نئی نظم کہتے تو فرماتے تھے مبارکہ کو بلاؤ ان کو بھی سناؤں۔

## انتہائی شفیق باپ

بچوں کے لئے انتہائی شفیق باپ تھے۔تربیت کی خاطر لڑکوں پر وقتاً فوقتاً سختی بھی کی لیکن اُن کی عزت نفس کا خیال رکھا۔مجھے یاد ہے کہ قادیان میں مجھے ان کی زور سے ڈانٹنے کی آواز آئی۔مَیں اندر کمرہ میں تھی ایک دم اس خیال سے باہر نکلی کہ دیکھوں کیا بات ہے،کسے ڈانٹ رہے ہیں۔حضور کسی بچہ کو پڑھائی ٹھیک نہ کرنے پر ناراض ہو رہے تھے۔میں اُسی وقت

واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اندر کمرہ میں آئے تو کہنے لگے کہ مَیں جب اپنے بچہ کو ڈانٹ رہا تھا تو تمہیں وہاں آنا نہیں چاہیئے تھا۔ اس سے وہ شرمندہ ہو گا کہ مجھے تمہارے سامنے ڈانٹ پڑی۔ بیٹیوں سے بھی بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن جہاں دین کا معاملہ آجائے آنکھوں میں خون اتر آتا تھا۔ نماز کی سستی بالکل برداشت نہ تھی۔ اگر ڈانٹا ہے تو نماز وقت پر نہ پڑھنے پر۔ بچوں کے دلوں میں شروع دن سے یہی ڈالا کہ سب دین کے لئے وقف ہیں۔ ان کو دینی تعلیم دلوائی۔ جب 1918ء میں شدید انفلوئنزا کا حملہ ہو کر بیمار ہوئے تھے اور اپنی وصیت شائع کروائی تھی اُس میں بھی یہ وصیت فرمائی تھی کہ "بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم ایسے رنگ میں دلائی جائے کہ وہ آزاد پیشہ ہو کر خدمت دین کر سکیں۔ جہاں تک ہو سکے لڑکوں کو حفظ قرآن کرایا جائے۔" مئی 1959ء میں جب بیماری کا دوبارہ حملہ ہوا اُس وقت بھی ایک وصیت کی تھی اُس میں بھی یہی تاکید تھی کہ "وہ ہمیشہ اپنی کوششوں کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خرچ کرتے رہیں۔ خدا کرے قیامت تک وہ اس نصیحت پر عمل کریں اور اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ان کو قیامت تک اسلام کا سچا خادم بنائے اور اسلام کے ہر دشمن کے لئے حق کا ایک زبردست پنجہ ثابت ہوں اور ان کی زندگیوں میں کوئی شخص اسلام کو ٹیڑھی نظر سے نہ دیکھ سکے۔"

## حضور کا ایک عہد

حضورؓ نے 1939ء میں ایک عہد بھی کیا تھا جو حضورؓ کی ایک نوٹ بک میں جو حضور عموماً اپنے کوٹ کے اندر کی جیب میں یادداشت وغیرہ لکھنے کے لئے رکھا کرتے تھے آپ کے قلم سے درج ہے اور وہ یہ ہے۔

"آج 14 تاریخ مئی 1939ء کو میں مرزا بشیر الدین محمود احمد اللہ تعالیٰ کی قسم اس پر کھاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سیدہ سے جو بھی اپنی زندگی سلسلہ کی خدمت میں خرچ نہیں کر رہا مَیں اس کے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گا اور اگر

مجبوری یا مصلحت کی وجہ سے مجھے ایسا کرنا پڑے تو میں ایک روزہ بطور کفارہ رکھوں گا یا
پانچ روپے بطور صدقہ ادا کروں گا یہ عہد سر دست ایک سال کے لئے ہو گا۔"

مرزا محمود احمد

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس شدید خواہش کے مطابق آپ کی اولاد کو توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے بچپن سے ہی اپنی زندگیاں وقف کیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان میں سے قریباً سب ہی دین اور سلسلہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مزید قربانیوں اور خدمتوں اور علم دین سکھانے کا موقع عطا فرمائے اور اُن کی قربانیوں کے نتیجے میں اُن کے مقدس والد کی روح کو خوشی پہنچتی رہے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

اِیتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی جس پر بڑا زور قرآن مجید میں دیا گیا اور کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن کے تحت جس کا عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے ظاہر ہوا تھا اُس پر جو عمل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کیا وہ عدیم المثال ہے۔ مَیں نے کئی بار آپ کے منہ سے یہ بات سنی آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ رشتہ داروں کی مدد بطور احسان کے کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ذی القربیٰ کی مدد انسان پر فرض رکھی ہے۔ تمہارے مالوں میں اُن کا حق ہے اُن کا حق اُن کو دو۔ اپنے عزیز، بیویوں کے عزیز، عزیزوں کے عزیز، کوئی بھی ایسا نہیں نکلے گا کہ کسی کو کوئی ضرورت پیش آئی ہو اور آپؓ نے اُس کی طرف دستِ مروّت نہ بڑھایا ہو۔ اُس کو کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی خود ہی خیال رکھا۔

## افراد جماعت سے غیر معمولی محبت

جماعت کے افراد کا تو کہنا ہی کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپ کو اپنی بیویوں، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے۔ اُن کی خوشی سے آپ کو خوشی پہنچتی تھی اور اُن کے دکھ سے میں نے بارہا آپؓ کو کرب میں مبتلا ہوتے دیکھا۔ جب آپؓ خلیفہ ہوئے تو اُسی سال جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا تھا۔

"مگر خدارا غور کرو۔ کیا تمہاری آزادی میں پہلے کی نسبت کچھ فرق پڑ گیا ہے۔ کیا کوئی تم سے غلامی کرواتا ہے یا تم پر حکومت کرتا ہے یا تم سے ماتحتوں غلاموں اور قیدیوں کی طرح سلوک کرتا ہے؟ کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے مگر ان کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اُسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولا کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کرسکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔"

(برکات خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

لیکن جہاں جماعت سے بے حد محبت تھی اور جو ان سے محبت رکھتے تھے ان کی قدر فرماتے تھے وہاں معمولی سی بات بھی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو یا نظام سلسلہ کے خلاف ہو یا خلافت پر زد پڑتی ہو برداشت نہ کرسکتے تھے۔ عورتوں میں جہالت سے پیروں کو احتراماً ہاتھ لگانے کی عادت ہوتی ہے۔ کئی دفعہ گاؤں کی عورتیں ملاقات کے لئے آتیں تو پاؤں کو ہاتھ لگانے کی کوشش کرتیں۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور سختی سے منع فرماتے کہ یہ شرک ہے۔ مصلح موعودؓ کے متعلق پیشگوئی تھی کہ دل کا حلیم ہو گا۔ کارکنوں کو صحیح رنگ میں کام نہ کرنے پر اکثر ناراض بھی ہوئے سزا بھی دی مگر مجھے معلوم تھا کہ ناراض ہو کر خود افسردہ ہو جاتے تھے۔ مجبوری کی وجہ سے سزا دیتے کہ ان کو صحیح طریق پر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی عادت پڑے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی کام وقت پر ختم نہ ہونے پر دفتر کے بعض کارکنوں کو ہدایت دی کہ جب تک کام ختم نہ ہو گھر نہیں جانا اور پھر اندر آکر کہنا کہ فلاں کے لئے کچھ کھانے کو بھجوا دو وہ گھر نہیں گیا بیچارہ دفتر میں کام کر رہا ہے۔ جس دن ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کی وفات ہوئی اتفاق سے میرے گھر

کوئی لجنہ کی تقریب تھی۔ بہت سی بہنیں آئی ہوئی تھیں چائے وغیرہ کا انتظام تھا۔ چائے پی رہے تھے کہ اچانک تار کے ذریعہ خادم صاحب کی وفات کی اطلاع ملی۔ اوپر سے مجھے آواز دی اور بلوایا اور کہنے لگے کہ خادم صاحب کی وفات ہو گئی ہے۔ سلسلہ کے ایک دیرینہ خادم کا جنازہ آرہا ہے اور تم سب نیچے چائے پی رہے ہو! سب کو رخصت کرو۔ ساتھ ہی انتہائی غم کا اظہار کیا۔ مَیں نے نیچے آکر آئی ہوئی بہنوں سے ذکر کیا تو سب خاموشی سے چلی گئیں۔ اسی طرح جب ڈاکٹر غفور الحق صاحب کی وفات کی اطلاع کوئٹہ سے ملی کہ جنازہ لایا جا رہا ہے اس دن صاحبزادی امۃ الباسط کے ہاں شائد بچی کا عقیقہ تھا۔ ہم نے اُس کے گھر جانا تھا حضور نے روک دیا کہ نہیں جاناوہ لوگ جنازہ لے کر آرہے ہیں۔ تم لوگ کیسے جاسکتے ہو؟ قادیان کا ذکر ہے میری شادی کے شائد ایک سال بعد کا، حضور نماز پڑھ کر مسجد سے آرہے تھے حضرت اماں جان کے صحن میں کسی گاؤں کی ایک بوڑھی عورت آپ کے انتظار میں کھڑی تھی آپ آئے تو اس نے بات شروع کر دی جیسا کہ گاؤں کی عورتوں کا قاعدہ ہے کہ لمبی بات کرتی ہیں۔ اس نے خاصی لمبی داستان سنانی شروع کر دی حضور کھڑے ہوئے توجہ سے سنتے رہے میری طبیعت خراب تھی میں کھڑی نہ رہ سکی پاس تخت پر بیٹھ گئی جب وہ عورت بات ختم کر کے چلی گئی تو آپ نے فرمایا کہ تم کیوں بیٹھ گئی تھیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی ماننے والوں اور قربانی کرنے والوں میں سے ہیں۔ مَیں تو اُس کے احترام کے طور پر کھڑا ہو گیا اور تم بیٹھ گئی۔ مَیں نے بتایا کہ میری طبیعت بہت خراب تھی آپ نے فرمایا طبیعت خراب تھی تو تم چلی جاتیں۔ اس واقعہ سے بھی آپ کو جو جماعت کے لوگوں سے محبت تھی اس پر روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی کہ آپ اصلاح اور تربیت کے کسی موقع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اپنی زیادہ بیماری کے ایام میں بھی کسی کی تکلیف کا معلوم ہو جاتا تو بہت کرب محسوس فرماتے تھے۔

اے جانے والی محبوب اور مقدس روح تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہزاروں سلامتیاں ہوں تُو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسد مبارک پر خدا تعالیٰ سے جو عہد باندھا تھا اس کو

خوب نبھایا۔ تُو نے خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کی خاطر نہ اپنی جان کی پرواہ کی نہ مال کی نہ عزت کی نہ اولاد کی۔ خدا کی خاطر تیرا خون بھی بہایا گیا تو مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ (البقرہ:113) کا زندہ نمونہ تھا۔ تُو نے زندہ خدا ہمیں دکھا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت رحمت اور قربت کا نشان تھا۔ تیرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت جلوہ نما ہوئی اور دنیا نے رحمت اور قربت سے حصہ پایا تُو نے قبروں میں دبے ہوؤں کو نکال کر ان کو روحانی موت کے پنجہ سے نجات دی۔ تیرے آنے کے ساتھ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آیا اور باطل اپنی نحوستوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ تُو نے اسلام کی عزت قائم کی۔ تیری ایڑیوں نے شیطان کا سر کچلا۔ تُو کامیاب و کامران اپنے خدا کے سایہ میں زندگی گزار کر اپنے محبوب حقیقی کی خدمت میں حاضر ہو گیا لیکن ہمیں سوگوار بنا کر۔ تیرے ہی الفاظ میں ہم تجھ سے کہتے ہیں۔

جانتا ہوں صبر کرنا ہے ثواب
اِس دِلِ نادان کو سمجھائے کون

(الفضل 25 مارچ 1966ء صفحہ 1 تا 7)

# تعلیم نسواں کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا نظریہ

علم انسان کی روح کی غذا ہے۔ علم سے ہی انسان کی انسانیت کے جوہر کھلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اس کی روحانی تشنگی بجھانے کے لئے اسے علم عطا فرمایا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (البقرہ:32) اس سے ظاہر ہے کہ تمام علوم کی ابتداء الہام کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اِس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔ "پہلی چیز جس کی بنیاد انسان کی پیدائش کے بعد رکھی گئی وہ علم ہے۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ نے ساری چیزیں ابتداء میں خود بنائی ہیں اور پھر ان کی ترقی انسان کے سپرد کی ہے اس طرح علم کی بنیاد خدا تعالیٰ نے خود رکھی اور اس کی ترقی انسان کے سپرد کر دی۔ جیسے پہلا آدم خدا تعالیٰ نے خود بنایا آگے ترقی انسانوں کے سپرد کر دی۔ پہلے آگ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی پھر اس کا قائم رکھنا انسان کے سپرد کر دیا۔ اسی طرح تمام اشیاء کی ابتداء خدا تعالیٰ نے خود قائم کی اور انہیں آگے ترقی انسان نے دی۔ یہی حال علم کا ہے۔ پہلے علم خدا تعالیٰ نے دیا آگے اس میں ترقی انسان کرتے گئے۔ اسے بڑھاتے گئے اور ہم برابر ابتدا سے اب تک دیکھتے چلے آتے ہیں کہ انسان علم میں ترقی کرتا جارہا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اس قسم کے بھی موجود ہوتے ہیں جو علوم کی قدر نہیں کرتے اور ایسے وجود بھی ابتداء سے ہی چلے آئے ہیں۔ ایسے وجودوں کا نام ابلیس رکھا گیا ہے یعنی نا اُمیدی میں مبتلا رہنے والا۔ در حقیقت اُمید ہی تمام علوم کو بڑھانے اور ترقی دینے والی ہوتی ہے اور جتنی زیادہ اُمید ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ علوم میں ترقی کی جاسکتی ہے۔

پس جب ابتدا سے انسان کی عظمت اور ترقی آدم سے مشابہ ہونے یعنی علم حاصل کرنے پر ہے اور علم سے مایوس ہونا ابلیس بننا ہے تو سمجھ لو انسان کے لئے کس قدر ضروری ہے کہ علم حاصل کرے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے معنی علم اور کفر کے معنی

جہالت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی جگہ جہالت کا لفظ کفر کے معنوں میں استعمال فرمایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً کہ جو اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا وہ کفر کی موت مرتا ہے۔ پس ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ خود علم سیکھے اور علم پھیلانے کی کوشش کرے اور جس طرح مسلمان کے لفظ سے مرد مخاطب ہیں اسی طرح عورتیں بھی ہیں۔"

(الفضل 21 مارچ 1925ء صفحہ 2)

آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے مطابق کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے علم حاصل کرنا فرض ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت احمدیہ کی خواتین کی تعلیم کے لئے از حد کوشش کی۔ جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو قادیان میں بچیوں کے لئے صرف ایک پرائمری سکول جاری تھا۔ جس میں تیس چالیس تک طالبات کی تعداد تھی۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی عورتوں کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ پرائمری سکول سے مڈل سکول ہوا۔ مڈل سکول سے ہائی سکول بنا۔ ہجرت کے وقت قادیان میں دو زنانہ سکول تھے۔ ایک ہائی اور ایک مڈل۔ ہائی سکول کے ساتھ بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے بھی ایک دینیات کالج جاری فرمایا اور عورتوں کی تعلیم کے لئے 17 مارچ 1925ء کو آپ نے ایک مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا جس میں آپ خود بھی پڑھایا کرتے تھے۔ یہ مدرسہ اس غرض سے جاری کیا گیا تھا تا جماعت کی مستورات دینی و دنیوی علوم کے زیور سے آراستہ ہو کر جماعت کی بچیوں کی تعلیم و تربیت میں حصہ لے سکیں۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

"عورتوں کی تعلیم سے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی خاص دلچسپی ہے۔ میں نے محض اس کی وجہ سے لوگوں کے اعتراضات بھی سنے ہیں اور اختلافی آراء بھی سنی ہیں لیکن پھر بھی مَیں پورے یقین کے ساتھ اس رائے پر قائم ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی

نہیں کر سکتی۔ جب جماعت احمدیہ کا انتظام میرے ہاتھ میں آیا اس وقت قادیان میں عورتوں کا صرف پرائمری سکول تھا لیکن مَیں نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو قرآن کریم اور عربی کی تعلیم دی اور انہیں تحریک کی کہ مقامی عورتوں کو قرآن کریم کا ترجمہ اور حدیث وغیرہ پڑھائیں۔ مَیں نے اپنی ایک بیوی کو خصوصیت کے ساتھ اس کے لئے تیار کیا اور میرا خیال تھا کہ وہ اپنی تعلیمی ترقی کے ساتھ دوسری عورتوں کو فائدہ پہنچائیں گی لیکن خدا تعالیٰ کی مشیت تھی کہ میرے سفر ولایت سے واپسی پر وہ فوت ہو گئیں۔"

(الفضل قادیان جلد 19 مورخہ 19 ستمبر 1931ء صفحہ 5)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے نزدیک عورتوں کا تعلیم حاصل کرنا قومی ترقی کے لئے بہت ہی ضروری تھا۔ آپ کی ذاتی دلچسپی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہجرت کے بعد بھی جبکہ سارا ملک ایک بحران میں سے گزر رہا تھا، جماعت پر بھی بہت بڑا مالی بوجھ تھا، لیکن ربوہ کے آباد ہوتے ہی یہاں لڑکیوں کا سکول جاری کر دیا گیا۔ اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد 1951ء میں لڑکیوں کا کالج بھی جاری کر دیا گیا جو آج خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کے تمام زنانہ کالجوں کے مقابلہ میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں حضرت مصلح موعودؓ نے عورتوں کے لئے سکول اور کالج جاری فرمائے تا ان کی ذہنی نشوونما ہو، اُن کی صلاحیتیں اُجاگر ہوں، وہ قومی نظام کا ایک کارآمد پُرزہ بن سکیں، اردو لکھنا پڑھنا اس لئے سیکھیں تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کر سکیں، وہ انگریزی بولنا اور پڑھنا اس لئے سیکھیں تا اسلام کو ان خواتین کے سامنے پیش کر سکیں جو انگریزی بولتی اور سمجھتی ہیں۔ وہاں کبھی بھی آپ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لڑکیوں کی تعلیم محض ڈگریاں لینے کے لئے ہو یا نوکریاں کرنے کے لئے بلکہ بار بار آپ نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس کو واضح فرمایا ہے کہ علم سے مراد دینی علم ہے۔ قرآن مجید کا علم ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔"

اس کے بعد مَیں تمہیں توجہ دلاتا ہوں کہ سب سے ضروری تعلیم دینی تعلیم ہے

کس طرح سمجھاؤں کہ تمہیں اس طرف توجہ پیدا ہو۔ اس زمانے میں خدا تعالیٰ کا مامور آیا اور اس نے چالیس سال تک متواتر خدا کی باتیں سنا کر ایسی خشیت الٰہی پیدا کی کہ مَردوں میں سے کئی نے غوث، قطب، ولی، صدیق اور صلحاء کا درجہ حاصل کیا۔ ان میں سے کئی ہیں جو اپنے رتبہ کے لحاظ سے کوئی تو ابو بکرؓ اور کوئی عثمانؓ، کوئی علیؓ کوئی زبیرؓ، کوئی طلحہؓ ہے، تم میں سے بھی اکثر کو اس نے مخاطب کیا اور انہیں خدا کی باتیں سنائیں اور ان کی بھی اسی طرح تربیت کی مگر تب بھی وہ اس رتبہ کو حاصل نہ کر سکیں۔ اس کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم میں ایک صدیقی وجود کو کھڑا کیا مگر اس سے بھی وہ رنگ پیدا نہ ہوا۔ پھر خدا نے مجھ کو اس مقام پر کھڑا کیا اور پندرہ سال سے متواتر درس اور اکثر وعظ، ونصائح اور لیکچر میں دین کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں اور ہمیشہ یہی میری کوشش رہی ہے کہ عورتیں ترقی پائیں مگر پھر بھی اُن میں وہ روح پیدا نہ ہو سکی جس کی مجھے خواہش تھی۔۔۔۔ پچھلے دنوں مَیں نے یہاں کی عورتوں سے ایک سوال کیا تھا کہ تم کسی ایک عورت کا بھی نام بتاؤ جس نے قرآن کریم پر غور کر کے اس کے کسی نکتہ کو معلوم کیا ہو اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ تم قرآن کو قرآن کر کے نہیں پڑھتیں اور نہیں خیال کرتیں کہ اس کے اندر علم ہے، فوائد ہیں، حکمت ہے بلکہ صرف خدائی کتاب سمجھ کر پڑھتی ہو کہ اس کا پڑھنا فرض ہے۔ اسی لئے اس کی معرفت کا دروازہ تم پر بند ہے۔ دیکھو قرآن خدا کی کتاب ہے اور اپنے اندر علوم رکھتا ہے۔

قرآن اس لئے نہیں کہ پڑھنے سے جنت ملے گی اور نہ پڑھنے سے دوزخ بلکہ فرمایا کہ فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اس میں تمہاری روحانی ترقی اور علوم کے سامان ہیں۔ قرآن ٹونہ نہیں۔ یہ اپنے اندر حکمت اور علوم رکھتا ہے۔ جب تک اس کی معرفت حاصل نہ کرو گی قرآن کریم تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ تم میں سے سینکڑوں ہوں گی جنہوں نے کسی نہ کسی سچائی کا اظہار کیا ہو گا۔ لیکن اگر پوچھا جائے کہ تمہارے اس علم کا ماخذ کیا ہے تو وہ ہرگز ہرگز قرآن کو پیش نہ کریں گے بلکہ ان کی معلومات کا ذریعہ کتابیں، رسائل، ناول یا کسی مصنف کی تصنیف ہوں گی اور

غالباً ہماری جماعت کی عورتوں میں حضرت مسیح موعود کی کوئی کتاب ہو گی۔ تم میں سے کوئی ایک بھی یہ نہ کہے گی کہ میں نے فلاں بات قرآن پر غور کرنے کے نتیجہ میں معلوم کی ہے۔ کتنا بڑا اندھیر ہے کہ قرآن جو دنیا میں اپنے اندر خزانے رکھتا ہے اور سب بنی نوع انسان کے لئے یکساں ہے اس سے تم اس قدر لاعلم ہو۔ اگر قرآن کا دروازہ تم پر بند ہے تو تم سے کس بات کی توقع ہو سکتی ہے؟"
(مستورات سے خطاب 28 دسمبر 1929 انوار العلوم جلد 11 صفحہ 58)

حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کا یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی کہ احمدیہ خواتین اور بچیوں میں قرآن مجید کا فہم ہو۔ وہ قرآن مجید ترجمہ سے پڑھیں۔ سمجھیں اور اس کے نور کی شمع سے دوسری خواتین کو منور کریں۔ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بارہا اپنی تقریروں میں آپ نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ اصل علم دین کا علم ہے۔ لڑکیوں کو تعلیم دلوانے کی یہ غرض نہیں کہ بچیاں صرف حساب، انگریزی اور دوسرے علوم سیکھ کر ڈگریاں لے لیں یا نوکریاں کریں بلکہ اعلیٰ تعلیم سے مراد یہ ہے کہ جہاں دنیوی تعلیم حاصل کریں وہاں ساتھ ساتھ قرآن مجید کا علم، حدیث کا علم سیکھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پر عبور حاصل ہو۔ ہر مسئلہ کے متعلق صحیح علم ہو۔ تا جہاں اپنی جماعت کی بچیوں کی صحیح رنگ میں تعلیم و تربیت کر سکیں وہاں دوسری خواتین کے لئے ہدایت و اصلاح کا موجب بنیں۔ جہاں آپ نے سر توڑ کوشش اس لئے کی کہ جماعت کی ایک بچی بھی جاہل نہ رہ جائے۔ لوگوں نے آپ کی مخالفت کی مگر آپ برابر جماعت میں بچیوں کے والدین کو ان کی تعلیم کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ اور ان کی تعلیم کا انتظام کرتے رہے وہاں آپ نے اس امر سے تنفّر کا اظہار فرمایا کہ جب تعلیم عام ہوئی تو بچیوں کے والدین بجائے اس کے کہ دینی علم کی طرف توجہ دیتے ان کو ڈگریاں دلوانے میں فخر محسوس کرنے لگ پڑے۔ آپ نے جلسہ سالانہ 1933ء میں خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مَیں نہیں سمجھتا کہ سکندر یا تیمور کو ملک فتح کرنے کا اتنا شوق ہو گا جتنا کہ آج کل کے

ماں باپ لڑکیوں کو اعلےٰ ڈگریاں دلانے کے شائق ہیں۔ یہ ایک فیشن ہو گیا ہے جو انگریزوں کی ریس اور تقلید میں ہے۔ اور اس فیشن کی رَو جنون کی حد تک پہنچ چکی ہے۔۔۔۔ پہلے جنون تھا جہالت کا اور اب جنون ہے موجودہ طریق تعلیم کا۔ حالانکہ یہ بھی ایک جہالت ہے۔۔۔۔ آج کل عورتوں میں ڈگریاں پانے کا جنون پیدا ہو رہا ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ ہم مہذب نہیں کہلا سکتیں جب تک کہ کوئی علمی ڈگری ہمارے پاس نہ ہو مگر یہ ان کی جہالت کا ثبوت ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنی جماعت کی عورتوں کو جہاں تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دوں وہاں یہ بھی بتاؤں کہ کتنی تعلیم اور کیسی تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔"

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ 1933 انوار العلوم جلد 13 صفحات 307 تا 308)

پھر آپ نے فرمایا:۔

"ایک عورت ہے جو اپنی عمر کو ریاضی کے مسئلے سیکھنے میں گزار دے اور بچوں کی تربیت اور خانہ داری کے فرائض کو چھوڑ دے تو اسے عقلمند یا علم سیکھنے والی کون کہے گا۔ مرد تو ایسا علم سیکھنے کے لئے مجبور ہے کیونکہ اس نے روزی پیدا کرنی ہے۔ مگر عورت کو ریاضی کے سوال حل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ علم نہیں یہ جہالت ہے۔"

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ 1933 انوار العلوم جلد 13 صفحات 308 تا 309)

تعلیم عام ہونے کے ساتھ جب لڑکیوں میں ڈگریاں لینے کا شوق پیدا ہو گیا اور دینی تعلیم سے بے توجہگی ہوئی تو آپ نے عورتوں کو بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ تمہارا مقصد دینی تعلیم حاصل کرنا ہونا چاہئے تا کہ دین کی اشاعت میں تمہارا حصہ ہو۔ جب شادی ہو تو اولاد کی صحیح رنگ میں تربیت ہو۔ آپ نے ان کو قرآن مجید پڑھنے، احادیث پڑھنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی طرف توجہ دلائی اور ساتھ ہی ان کے فرائض کی طرف بھی کہ اگر لڑکی ڈگری حاصل کر لے اور امور خانہ داری سے ناواقف ہو تو ایسی تعلیم کا کیا فائدہ۔ آپ نے فرمایا:۔

"عورتوں کا کام ہے گھر کا انتظام اور بچوں کی پرورش۔ مگر لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ دوسرے کی چیز کو اچھی جانتے ہیں اور اپنی شے پسند نہیں کرتے۔ اس لئے یورپ کی عورتوں کی ریس کر کے ہماری مسلمان قوم اپنی لڑکیوں کو ڈگریاں دلانا چاہتی ہے۔ حالانکہ عورت گھر کی سلطنت کی ایک مالکہ ہے اور ایک فوجی محکمہ کی گویا آفیسر ہے۔ کیونکہ اس نے پرورش اولاد کرنی ہے۔"

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ 1933 انوار العلوم جلد 13 صفحہ 309)

آپ نے عورتوں پر اپنی مختلف تقاریر میں واضح کیا کہ قوم اور ملّت کو فائدہ پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ دین کا علم حاصل کیا جائے اور ڈگریوں کے پیچھے نہ پڑا جائے۔ بہت کم عورتیں خدمت دین اور تبلیغ اسلام کرتی ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں:۔

"پس خدا اور رسول کی باتیں سنو۔ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھو۔ ناولوں اور رسالوں کے پڑھنے کی فرصت مل جاتی ہے لیکن دینی کتابوں کے لئے وقت نہیں ملتا۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ اب انگریز تو مسلمان ہو کر اُردو سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کی کتابیں پڑھیں مگر ہماری عورتیں اُردو نہیں سیکھتیں۔ اور اگر کچھ شُد بُد پڑھ لیتی ہیں تو ناول پڑھنے شروع کر دیتی ہیں۔ علم دین سیکھو، قرآن پڑھو، حدیث پڑھو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں علم و حکمت کی باتیں لکھی ہیں ان سے مفید علم سیکھو۔ بی اے، ایم اے کی ڈگریاں لینی دین کے لئے مفید نہیں ہیں۔

مَیں کہتا ہوں بی اے، ایم اے ہو کر کیا کرو گی؟ مَیں اپنی جماعت کی عورتوں کو کہتا ہوں کہ دین سیکھو۔ اور روحانی علم حاصل کرو۔ حضرت رابعہ بصری یا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ڈگریاں نہیں تھیں۔ دیکھو حضرت عائشہؓ نے علم دین سیکھا اور وہ نصف دین کی مالک ہیں۔ مسئلہ نبوت میں جب ہمیں ایک حدیث کی ضرورت ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ جاؤ عائشہؓ سے سیکھو۔"

(مستورات سے خطاب جلسہ سالانہ 1933 انوار العلوم جلد 13 صفحہ 310 تا 311)

ہمیں اپنے کالج، اسکول چلانے کے لئے استانیوں یا ہسپتالوں میں کام کرنے کے

لئے لیڈی ڈاکٹروں کی یقیناً ضرورت تھی تا جماعت کے جاری کردہ ادارے کامیابی سے چل سکیں۔ اور احمدی بچیوں کو احمدی معلمات میسر آسکیں۔ لیکن ایک خاص حد تک معلمات اور لیڈی ڈاکٹروں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر لڑکی ڈگری لے کر نہ معلمہ بن سکتی ہے نہ لیڈی ڈاکٹر۔ اس لئے آپ نے جماعت کی عورتوں اور بچیوں کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ جس حد تک ہمیں ضرورت ہے اتنی لڑکیاں یا خواتین بے شک ڈگریاں حاصل کریں۔ ایم۔اے کرلیں لیکن ہر لڑکی کو ڈگریاں لینے کی بجائے اُن علوم کو سیکھنے کی ضرورت ہے جس سے وہ ہمارے معاشرہ کے لئے ایک کامیاب عورت ثابت ہوسکے۔ چنانچہ آپؓ نے فرمایا۔

"پس ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہمیں کن علوم کی ضرورت ہے؟ ہمیں علم دین کی ضرورت ہے۔ کوئی لڑکی اگر ایم۔اے پاس کرلے اور اسے تربیت اولاد یا خانہ داری نہ آئے تو وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ ماں کا پہلا فرض بچوں کی تربیت ہے اور پھر خانہ داری ہے۔ جو حدیث پڑھے، قرآن کریم پڑھے، وہ ایک دیندار اور مسلمان خاتون ہے۔ اگر کوئی عورت عام کتابوں کے پڑھنے میں ترقی حاصل کرے تاکہ وہ مدرس بن سکے یا ڈاکٹری کی تعلیم سیکھے تو یہ مفید ہے کیونکہ اس کی ہمیں ضرورت ہے۔ لیکن باقی سب علم لغو ہیں۔"

(مستورات سے خطاب 1933ء انوار العلوم جلد 13 صفحہ 311)

علم دین سیکھنے کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عورتوں اور لڑکیوں کو بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ مرد اور عورت کی قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق دائرہ عمل الگ الگ ہیں۔ عورتوں یا لڑکیوں کا کام نوکریاں کرنا نہیں۔ بے شک اپنے ادارہ جات چلانے کی خاطر بعض خواتین اور بچیوں کو نوکریاں بھی کرنا ہوں گی مگر ان کی غرض خدمت دین، خدمت خلق اور خدمت قوم ہوگی نہ کہ پیسہ کمانا۔ عورت کا دائرہ عمل اس کا گھر ہے اور لڑکی کو اعلیٰ تعلیم دینے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے نیک و بد کو سمجھے۔ ایک اچھی بیٹی بنے، ایک اچھی بہن بنے، ایک اچھی بیوی بنے۔ جس گھر میں شادی ہو کر جائے ان کے لئے اچھی

بیوی ثابت ہو اور جب اللہ تعالیٰ اسے اولاد سے نوازے تو بہترین ماں ثابت ہو۔ لیکن آج کل حال کیا ہے؟ لڑکیاں تعلیم اس لئے حاصل کر رہی ہیں کہ بڑی سے بڑی ڈگری حاصل ہو جائے خواہ دین بالکل نہ آئے۔ چودہ یا سولہ سال کا لگاتار عرصۂ تعلیم بسا اوقات ان کی صحتیں خراب کر دیتا ہے اور مناسب وقت ان کی شادی کا گزر جاتا ہے جس کی وجہ سے رشتے ملنے مشکل ہو جاتے ہیں۔ چونکہ لڑکیاں زیادہ پڑھ جاتی ہیں۔ اتنے پڑھے ہوئے احمدی لڑکے نہیں ملتے تو ماں باپ اس بناء پر انکار کر دیتے ہیں کہ لڑکی کی تعلیم زیادہ ہے اور لڑکے کی کم۔ انہی امور کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے 27 دسمبر 1938ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"آج کل کی تعلیم یافتہ عورتیں یہ سمجھنے لگ گئی ہیں کہ ہم بھی وہ سب کام کر سکتی ہیں جو مرد کر سکتے ہیں۔ اگر مرد کُشتی کرتے ہیں تو عورتوں نے بھی کُشتی لڑنی شروع کر دی ہے۔ حالانکہ کجا عورتوں کی شرم و حیا اور کجا کُشتی۔ اسی طرح عورتیں کہتی ہیں کہ ہم نوکریاں کریں گی۔ حالانکہ اگر وہ نوکریاں کریں گی تو ان کی اولادیں تباہ ہو جائیں گی وہ بچوں کی تربیت کیونکر کر سکیں گی۔ یہ غلط قسم کی تعلیم ہی ہے جس نے عورتوں میں اس قسم کے خیالات پیدا کر دیئے ہیں۔۔۔۔ گھر میں سب سے قیمتی امانت بچہ ہے اور بچہ کی تعلیم و تربیت ماں کا اولین فرض ہے۔ اگر عورتیں نوکری کریں گی تو بچوں کی تربیت ناممکن ہے۔۔۔۔ اگر آج کل کی مائیں اپنی اولادوں کی تربیت اسی طرح کرتیں جس طرح صحابیاتؓ نے کی تو کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ اُن کے بچے بھی ویسے ہی قوم کے جانثار سپاہی ہوتے جیسے کہ صحابیاتؓ کی اولادیں تھیں۔ اگر آج بھی خدانخواستہ جماعتِ احمدیہ میں کوئی خرابی واقع ہوئی تو اس کی عورتیں ہی ذمہ وار ہوں گی۔"

(تربیت اولاد کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو انوار العلوم جلد 15 صفحہ 217 تا 218)

اسی طرح آپ نے اپنی تقریروں میں عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ فرماتے ہوئے جہاں دینی تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔ انگریزی تعلیم کو بُرا نہیں کہا بلکہ اس کے جو

بد نتائج نکل رہے ہیں ان کو ناپسند فرمایا ہے۔ اور جس نیت سے تعلیم حاصل کی جارہی ہے اُسے ناپسند فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:۔

"پھر تعلیم جو تم پاتی ہو اس سے تمہارا مقصد نوکری کرنا ہوتا ہے۔ اگر نوکری کرو گی تو بچوں کو کون سنبھالے گا؟ خود تعلیم انگریزی بُری نہیں لیکن نیت بد ہوتی ہے اور اگر نیت بد ہے تو نتیجہ بھی بد ہوگا۔ اگر غلط راستے پر چلو گی تو غلط نتیجے ہی پیدا ہوں گے۔ جب لڑکیاں زیادہ پڑھ جاتی ہیں تو پھر ان کے لئے رشتے ملنے مشکل ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر لڑکیاں نوکریاں نہ کریں اور پڑھائی کو صرف پڑھائی کے لئے حاصل کریں۔ اگر ایک لڑکی میٹرک پاس ہے اور پرائمری پاس لڑکے سے شادی کر لیتی ہے تو ہم قائل ہو جائیں گے کہ اس نے دیانتداری سے تعلیم حاصل کی ہے۔" (الازھار لذوات الخمار صفحہ 374)

ان مندرجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں جو مَیں نے حضرت مصلح موعودؓ کی مختلف تقاریر سے جمع کئے ہیں آپ کا عورتوں کی تعلیم کے متعلق نقطہ نگاہ واضح ہو جاتا ہے۔ یہ تلخ حقیقت ہے کہ موجودہ طرز تعلیم لڑکیوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ان کو مذہب اور قوم سے عشق رکھنے والیاں بنانے کی بجائے مذہب سے بیگانہ، آزاد، خود سر، گھر سے بے خبر، نوکری کرنے کی شائق، بے پردہ بنا رہی ہے۔ حالانکہ ہمارے معاشرہ کو ضرورت ہے ایک اچھی شریف دیندار لڑکی کی۔ ایک اچھی بہو کی اور ایک اچھی ماں کی۔

پس مَیں اپنی نہایت عزیز بچیوں کو نصیحت کرتی ہوں کہ وہ مذہب سے بیگانگی اختیار نہ کریں۔ قرآن سیکھیں کہ یہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ جہاں وہ کئی گھنٹے اپنے کالج کی تعلیم پر خرچ کرتی ہیں وہاں کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ قرآن مجید کا ترجمہ یاد کرنے، مطلب سمجھنے اور مذہبی لٹریچر کے مطالعہ کے لئے لگائیں۔ ساتھ ہی مَیں ان محترمات کی خدمت میں بھی التماس کرتی ہوں جن کے ہاتھ میں قوم کی بچیوں کی تربیت کی باگ ڈور دی گئی ہے کہ اگر ہماری قوم کی بچیاں خدا تعالیٰ اور مذہب سے دُور جا پڑیں تو وہ خدا تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہوں گی۔ ان کا کام ہے

کہ وہ نگرانی رکھیں کہ ہماری بچیاں علوم مروجہ کے ساتھ ساتھ دین بھی سیکھ رہی ہیں یا نہیں۔اور ان کی تربیت صحیح رنگ میں ہو رہی ہے یا نہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری بچیوں کو اپنا عبد بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ہمارا نمونہ بھی صحابیاتؓ کے نمونہ کے مطابق ہو۔(آمین۔اللھم آمین)

(الفضل19 و20 نومبر1966ء)

# سیرت حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک جھلک

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ہم سے جدا ہوئے ایک سال ہو گیا لیکن آج بھی ان کی یاد دل کے تاروں کو ایسا جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے کہ بے اختیار دل چاہتا ہے کاش آپ کچھ عرصہ اور ہم میں رہتے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ وَّیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ (الرحمٰن: 27 تا 28) یاد آجاتا ہے تو روح آستانہ الٰہی پر سجدہ ریز ہوتے ہوئے کہتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ہر بڑے انسان کی سیرت کچھ اعلیٰ اوصاف اور فضائل اپنے اندر رکھتی ہے لیکن دنیا میں بعض انسان ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جو قوموں کی تقدیریں بدلنے کے لئے آتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں نمونہ بنا کر بھجواتا ہے، تا اس کی تقلید میں قوم میں بھی وہی اعلیٰ عادات اور فضائل پیدا ہوں۔ حضرت فضل عمرؓ بھی ایسے وجودوں میں سے ایک تھے جن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ بے نفسی کے ساتھ یادِ خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت میں گزرا۔ آپ کی زندگی کا ہر واقعہ ایسا ہے جس پر مضامین لکھے جاسکتے ہیں اور سینکڑوں مضامین اس وقت تک لکھے بھی جاچکے ہیں۔ لیکن ایک سال گزرنے پر بھی اب تک میرا حال یہ ہے کہ جب آپ کی سیرت کے متعلق کچھ لکھنے لگتی ہوں تو آنکھیں دھندلی اور دماغ ماؤف ہونے لگتا ہے، قلم لڑکھڑانے لگتا ہے اور ایک حد تک سوچنے کے بعد دل اور دماغ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ بہر حال کوشش کروں گی کہ مدیرہ مصباح کے اصرار پر حضرت فضل عمرؓ کی سیرت کی ایک جھلک قارئین کے سامنے پیش کروں شاید میری یہ مساعی بہنوں کی اصلاح کا موجب ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے تا وہ اس کا سچا عبد بنے۔ لوگ عبادت کرتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مگر ہر انسان کا نماز اور عبادت کا رنگ علیحدہ ہوتا ہے۔ نماز وہ نہیں کہ دوسروں کے سامنے تو لمبے سجدے کر لیے لیکن علیحدہ جلدی جلدی

پڑھ لی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب نماز باجماعت پڑھاتے تھے تو عموماً جلدی ختم کروا دیتے تھے کہ پیچھے نماز پڑھنے والوں میں بوڑھے اور کمزور بھی شامل ہوتے ہیں۔ بیماری کے باعث کبھی خود نماز کو نہ جاسکتے تو نماز یا خطبہ دینے والے کو بھی حضورؓ کا یہی ارشاد ہوا کرتا تھا کہ چھوٹا خطبہ دیں اور نماز بہت لمبی نہ پڑھائیں۔ لیکن علیحدگی میں جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو آپ کو عبادت الٰہی میں اتنا انہماک ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والا محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا میں نہیں ہے۔ مَیں نے آپ کو اس طرح روتے کہ پاس بیٹھنے والا آواز سنے بہت کم دیکھا ہے لیکن آنکھوں سے رواں آنسو ہمیشہ نماز پڑھتے میں دیکھے۔ چہرہ کے جذبات سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا اپنی جان اور اپنا دل ہتھیلی پر رکھے اللہ تعالیٰ کی نذر کر رہے ہیں اور اس وقت دنیا کا بڑے سے بڑا حادثہ اور بڑے سے بڑا واقعہ بھی آپ کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف سے ہٹا نہیں سکے گا۔ تہجد کی نماز بعض دفعہ اتنی لمبی ہو جاتی کہ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ اتنا لمبا وقت آپ کھڑے کس طرح رہتے ہیں۔ مَیں نے سجدہ کی نسبت قیام میں آپ کو زیادہ دعائیں کرتے دیکھا ہے۔ بعض دفعہ ایک ایک رکعت میں ڈیڑھ دو گھنٹے کھڑے رہتے ہیں۔ تہجد میں آپ کا عموماً یہ طریق تھا کہ ایسے وقت میں تہجد پڑھتے کہ تہجد کی نماز ختم ہونے اور صبح کی نماز میں خاصا وقت ہوتا۔ تہجد پڑھ کر لیٹ جاتے اور تھوڑا سا سو بھی لیتے اور پھر اُٹھ کر صبح کی نماز پڑھتے۔

نماز باجماعت کا اتنا خیال تھا کہ جب بیمار ہوتے اور مسجد نہ جاسکتے تو گھر ہی میں اپنے ساتھ عموماً مجھے کھڑا کر لیا کرتے اور جماعت سے نماز پڑھا دیتے تاکہ نماز باجماعت کی ادائیگی ہو جائے۔ سوائے گزشتہ چند سال کی بیماری کے کہ بالکل صاحب فراش ہوگئے تھے اور لیٹے لیٹے یا کرسی پر نماز پڑھتے تھے۔

ذکرِ الٰہی کرنے کی اتنی عادت تھی کہ رات کو سوتے ہوئے جب کروٹ بدلتے اور ہلکی سی آنکھ کھلتی تو ہمیشہ مَیں نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کہتے ہوئے سنا ہے۔ جمعہ کے دن خاص اہتمام فرماتے تھے باقاعدگی سے نہانا، خوشبو لگانا، اچھی اور نفیس خوشبو بہت پسند

تھی۔ناک کی حس اتنی تیز تھی کہ معمولی سی بُو برداشت نہیں کرسکتے تھے اور بہت تیز خوشبو سے نزلہ یا سر درد ہو جاتا تھا۔خوشبو سونگھتے ہی بتا دیتے تھے کہ کس قسم کی خوشبو ہے۔مجھے یاد ہے قادیان میں ایک انگریز حضور سے ملنے آیا وہ خوشبوؤں اور عطریات کا خاص ماہر تھا۔اسے اس سلسلہ میں اتنا بڑا دعویٰ تھا کہ اس نے اپنی ناک کئی ہزار پونڈ میں بیمہ کروائی ہوئی تھی۔اس نے آکر بعض خوشبوئیں حضور کو سنگھائیں آپ نے جب ایک ایک کر کے اجزاء بتانے شروع کر دیئے تو اُسے بڑی حیرت ہوئی کہ مذہبی رہنما کو خوشبوؤں کے متعلق اتنا وسیع علم کیسے ہو گیا۔کہنے لگا میں تو اس علم کا ماہر ہوں لیکن آپ کو مجھ سے بھی زیادہ علم ہے۔ بعض باتیں آپ نے مجھے ایسی بتائیں ہیں جو مجھے بھی معلوم نہ تھیں۔

جمعہ کے دن صرف غسل کرنے یا کپڑے بدلنے کا ہی اہتمام نہ فرماتے بلکہ کھانے وغیرہ کے متعلق بھی فرمایا کرتے تھے مسلمانوں کے لئے یہ عید کا دن ہے۔دوسرے دنوں سے ہمیں اچھا کھانا کھانا چاہئے تا خوشی کا اظہار ہو۔جب تحریک جدید جاری فرمائی تو آپ نے اپنے گھر میں بھی بڑی سختی فرمائی کہ ایک سے زائد کھانا نہ ہوا کرے۔ کبھی آپ کے خیال سے ہی ہم نے ایک سے زائد کھانا پکا لینا تو آپ نے ناراض ہونا کہ میں کبھی ایک سے زائد کھانا نہیں کھاؤں گا سوائے دعوت وغیرہ کے۔ لیکن جمعہ کا دن ہے آج بے شک ایک آدھ زائد چیز طیار کر لیا کرو۔

یوں تو قرآن مجید کی تلاوت جیسا کہ پچھلے مضمون میں مَیں بیان کر چکی ہوں۔آپ کثرت سے فرماتے تھے اور عموماً زبانی بھی قرآنی دعائیں اور آیات بلند آواز سے پڑھتے رہتے تھے۔ لیکن سب سے زیادہ اور بارہا جو آیات گھر میں ٹہلتے ہوئے سفر میں موٹر میں یا ریل میں ہزاروں مرتبہ آپ کو بار بار پڑھتے سنی ہیں وہ یہ آیات یہ ہیں:۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (آل عمران 191 تا 195) ... اَنْصَارٍ ۔

سفر کو جاتے ہوئے آپ کا قادیان تک یہ طریق رہا کہ جب کبھی باہر جانا ہوتا تو جانے والے دن بہشتی مقبرہ ضرور تشریف لے جاتے اور جانے سے تھوڑی دیر قبل بیت الدعا میں جاکر دو نفل پڑھ کر سب سے مل کر سب سے آخر میں حضرت اُمّ المومنینؓ سے مل کر روانہ ہوتے۔ موٹر یا گاڑی میں بیٹھتے ہی دعائیں پڑھنی شروع کر دیتے۔ جہاں جانا ہوتا شہر کے نظر آتے ہی آپ ہمیشہ یہ مسنون دعا شروع کر دیتے اور اکثر بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ جب قادیان واپسی ہوتی تب آپ گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے حضرت اُمّ المومنینؓ سے ملتے پھر بیت الدعا میں نفل پڑھتے۔ قادیان سے ہجرت کے بعد بھی بیت الدعا تو نہ تھی لیکن سفر پر جاتے ہوئے گھر میں ہی دو نفل پڑھ کر روانہ ہوتے تھے۔ مجھے کبھی آپ کا سفر یاد نہیں کہ آپ یونہی روانہ ہوئے ہوں۔ حضرت اُمّ المومنینؓ کی وفات کے بعد اکثر مجھے یاد ہے کہ لاہور وغیرہ جاتے ہوئے راستہ میں بہشتی مقبرہ ربوہ میں ٹھہر کر دعا فرما کر روانہ ہوا کرتے تھے۔

سفر میں آپ کی جیب میں چھوٹی حمائل ہمیشہ رہتی اور اکثر راستہ میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہتے۔ قرآن مجید کے سلسلہ میں ایک واقعہ یاد آیا ایک دفعہ جلسہ کے لئے میں نے تقریر تیار کرنی تھی۔ میں نے حضورؓ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے نہیں آتی۔ کس موضوع پر تقریر کروں فرمانے لگے یہ بھی کوئی مشکل بات ہے۔ قرآن مجید کھولو جس آیت پر سب سے پہلے نظر پڑے اس کے مطابق مضمون تیار کر لو۔ فرمانے لگے میرا تو یہی طریق رہا ہے۔ سوائے اس کے کہ کسی خاص سلسلہ میں خطبہ جمعہ میں کوئی مضمون بیان کرنا ہو عموماً جمعہ پر جاتے ہوئے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر دعا کر کے کھولتا ہوں۔ جہاں سے ورق کھلتے ہیں جو آیات سب سے پہلی بار نظر آتی ہیں وہی مضمون بیان کر دیتا ہوں۔

طبیعت بے حد سادہ تھی۔ نمائش سے گھبراتے تھے لیکن سادگی کے ساتھ طبیعت میں نفاست بہت زیادہ تھی۔ کھانے پینے لباس ہر چیز میں نفاست پسند تھی۔ گندگی سے نفرت تھی ہم سب کو یہی تلقین تھی کہ سادہ رہو لیکن صاف ستھرے رہو اور لباس سے خوش ذوقی کا اظہار ہو۔ کھانا سادہ پسند کرتے تھے مگر اچھا پکا ہوا۔ کھانا اکیلے بالکل نہیں کھا سکتے تھے۔ کام کی وجہ سے خواہ کتنی بھی دیر ہو جائے جس بیوی کے گھر حضورؓ کی باری ہوتی تھی وہ اور بچے آپ جب تک فارغ ہو کر آنہ جائیں حضورؓ کا انتظار کرتے رہتے تھے اور ساتھ کھاتے تھے۔ تربیت کی غرض سے خود فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کو خود ساتھ بٹھایا کرو۔ یہی تو وقت ہوتا ہے جس میں بچوں کی عادات اور اخلاق کا مَیں مطالعہ کرتا ہوں۔ میری بچی امۃ المتین چھوٹی سی تھی۔ ہم کھانا کھا رہے تھے آپ نے اُسے مخاطب ہو کر فرمایا متین دیکھو۔ تمہاری امی سے مجھے ہر قسم کی بات کرنی پڑتی ہے۔ سلسلہ کے معاملات بھی ہوتے ہیں تم بھی موجود ہوتی ہو۔ کبھی ایسا نہ کرنا کہ کوئی بات سنو تو آگے کر دو۔ اس طرح کھانے کے موقع پر ہی عموماً بچوں کی تربیت کا موقع ملتا تھا۔

اولاد سے باوجود انتہائی محبت کے اگر کوئی ایسی بات ملاحظہ فرماتے جس میں احمدیت کے لئے غیرت کا سوال ہوتا تو بے حد ناراض ہوتے۔

ایک بچی کی شادی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے گھر کے سب بچے بچیوں کی شادیاں بہت ہی سادگی سے ہوئیں کبھی کوئی رسم وغیرہ نہیں ہوئی۔ اُس نے سہیلیوں سے سنا کہ سہرا بھی کوئی چیز ہوتی ہے جو باندھتے ہیں۔ سہرا منگوا لیا۔ حضورؓ کو پتہ لگا۔ ناراض ہوئے کہ ہم نے تو دنیا کے لئے نمونہ بننا ہے اور رسوم اور بدعتوں کو مٹانا ہے ابھی سہرا میرے پاس لاؤ۔ آپ کے پاس پہنچا دیا گیا کہنے لگے میں ابھی جلاؤں گا تا ہمارے گھر میں آئندہ سبق حاصل ہو کہ رسم نہیں ہو گی۔ آپ سہرا ہاتھ میں پکڑے ہوئے باورچی خانہ کی طرف جا رہے تھے کہ چولہے میں ڈال دیں۔ راستہ میں صحن میں حضرت اُمّ المومنینؓ بیٹھی تھیں آپ نے دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے؟ آپ نے سارا واقعہ بتا دیا۔ حضرت اُمّ المومنینؓ فرمانے لگیں "میاں شادی کا سامان تو سہاگ کی نشانی ہوتا ہے۔ جلاؤ نہ پھینک دو۔" آپ نے اس پر جلایا تو نہیں مگر قینچی منگوا کر ذرّہ ذرّہ کر

کے کوڑے کے پیپا میں ڈال دیا۔ اس واقعہ میں دو بڑے سبق ہیں ایک تو یہ کہ سہرا صرف گھر میں آیا تھا لگایا نہیں گیا تھا لیکن آپ نے اس غرض سے کہ جماعت اور خاندان کی تربیت ہو وہ رسوم چھوڑیں اس کو جلانے کا ارادہ کر لیا اور دوسری طرف حضرت اُمّ المومنین ؓ کا کتنا احترام تھا کہ جب آپ نے جلانے سے منع فرمایا تو آپ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا۔

لیکن افسوس ہے کہ اب بھی ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے خاندان ہیں جن میں شادیوں پر بڑی رسوم ہوتی ہیں۔ خاص طور پر سسرال کو جوڑے دینے لڑکی والوں سے ان کی حیثیت سے زیادہ کے مطالبہ کرنے جن کے متعلق کئی بار حضرت مصلح موعودؓ نے شوریٰ میں منع فرمایا اور غریب گھرانے نمود و نمائش کی خاطر مالی بحران میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کاش ہماری جماعت کے لوگ حضرت مصلح موعودؓ کا نمونہ دیکھیں اور آپ کی نصائح اور نمونہ پر عمل کرتے ہوئے رسوم کو چھوڑیں۔ جن رسوم کو دور کرنے اور بدعتوں سے پاک کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تھے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک بچی نے دکان سے ایک بلاؤز خرید لیا یہ خیال نہ کیا کہ نیم آستین ہے خوبصورت اور نئی قسم کی چیز تھی۔ پہنا حضور نے دیکھ لیا اسی وقت کہا کہ ابھی جا کر بدلو اور یہ میرے پاس لے کر آؤ۔ جب اس بچی نے حضور کے حکم کی تعمیل کی تو وہ بلاؤز لے کر قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تا پھر کسی اور کو اس کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت نہ ہو۔

جب کبھی کسی خاص امر کے لئے دعا کر رہے ہوتے تو بیویوں اور بچوں کو بھی دعا کے لئے کہا کرتے تھے۔ اور یہ بھی کہنا کہ آجکل اس معاملہ میں دعا کی بہت ضرورت ہے تم بھی دعا کرو اور اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا۔

چندہ کی تحریک کرنی تو اس بات کا خیال رکھنا کہ سب بچے وغیرہ کتنا کتنا چندہ لکھواتے ہیں۔ اگر کسی نے کم لکھوانا تو اس کو متوجہ کرنا کہ تم اس سے زیادہ قربانی کر سکتے ہو یا کسی نے چندہ لکھوا کر ادائیگی میں دیر کرنی تو ماؤں سے کہنا کہ تم بچوں کو توجہ دلاؤ۔

جب حضورؓ نے تحریک جدید شروع کی تو شروع میں تحریک جدید کا اعلان صرف تین

سال کے لئے فرمایا تھا۔ لوگوں نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر قربانی دی تھی۔ تین سال کے بعد آپ نے اسے دس سال کے لئے بڑھا دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی چاہے تو تیسرے سال کے وعدہ سے چوتھے سال کا وعدہ کم کر سکتا ہے۔ لیکن آئندہ ہر سال اس وعدہ میں اضافہ کرتا جائے۔ میں نے کچھ حالات کی تنگی کے باعث اس سال کا وعدہ کم کر دیا۔ آپ نے مجھے لکھا کہ بے شک اجازت میں نے دی تھی لیکن تم سے میں یہ امید نہیں رکھتا تھا کہ کم کر دو گی۔ جتنا میں تمہیں جیب خرچ دیتا ہوں اتنے میں بعض لوگ اپنے بیوی بچوں کا خرچ چلاتے ہیں (اس زمانہ میں حضورؓ ہمیں پندرہ روپے ماہوار بطور جیب خرچ دیتے تھے) اس واقعہ کے بیان کرنے سے میری یہ غرض ہے کہ کس طرح آپ کو خیال تھا کہ جس طرح آپ اسلام کی خاطر تن من دھن قربان کر رہے ہیں آپ کی بیویاں اور بچے بھی اِسی[1] طرح اسلام کی خاطر ہر ممکن قربانی کریں۔

واقعات تو ہزاروں ہیں لیکن آجکل رمضان المبارک میں اتنی فرصت نہیں کہ کوئی لمبا مضمون لکھ سکوں۔ صرف چند واقعات پر اکتفا کرتے ہوئے قارئین مصباح کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ انجام بخیر ہو۔ اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں مصلح موعود کا ساتھی چنا تھا اُس ابدی زندگی میں بھی انؓ کا ساتھ نصیب ہو اور جو بقیہ زندگی ہے وہ خدمت اسلام اور خدمت مخلوقِ خدا میں بسر ہو۔ آمین اللّٰھم آمین

(ماہنامہ مصباح جنوری و فروری 1967ء صفحات 3 تا 7)

[1] اصل مضمون میں "ایسی طرح" ہے جو سہو کاتب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ (مرتب)

# تین سال قبل کی ایک رات

تین سال قبل 7 اور 8 نومبر کی درمیانی رات تھی جب ایک پاک رُوح اس دنیا سے رشتہ توڑ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوئی۔ جو لوگ اس وقت موجود تھے وہ اُس وقت کا نظارہ کبھی بھول نہیں سکتے۔ ہر ایک حیران تھا کہ کیا ہو گیا لیکن ہر دل اپنے رب کی رضا پر راضی تھا۔

وہ پاک روح جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا تھا جس کا اس دنیا میں آنا ازل سے مقدر تھا۔ جس کے آنے کی خبر نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہی دی گئی بلکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دی گئی تھی۔ جس کی برکتوں سے قوموں نے زندگی پائی۔ وہ اس دنیا میں آیا ایک کمزور بچہ کی شکل میں جس کی صحت خاصی کمزور تھی، آنکھیں دُکھتی رہتی تھیں، ہر وقت کوئی نہ کوئی عارضہ لگا رہتا تھا، پڑھائی کی طرف خاص توجہ نہ تھی۔ سکولوں کے امتحان میں سے شاید کوئی بھی امتحان پاس نہ کر سکا۔ دنیاوی نقطہ نگاہ سے کسی کو خیال بھی نہ آسکتا تھا کہ یہ بچہ کوئی بڑی ہستی بنے گا لیکن خدا کا وعدہ تھا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ ہم اپنی روح اس میں ڈالیں گے۔ خدا کے فضل کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ دنیا کی نظر میں یہ سب باتیں انہونی تھیں لیکن عرش پر فرشتے مسکرا رہے تھے کہ اس دنیا کے بندے کتنے بھولے ہیں کہ خدا کی باتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ بیس سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اس چھوٹی عمر میں شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ سارے گھر کی ذمہ داری اُس ناتوان وجود پر پڑی لیکن اُسی بچہ نے جسے دنیا کمزور سمجھ رہی تھی اپنے جانے والے باپ کے سرہانے کھڑے ہو کر اپنے رب سے ایک عہد کیا کہ خواہ ساری دنیا تجھے چھوڑ دے لیکن مَیں نہیں چھوڑوں گا اور اکیلا ہی ساری دنیا سے نبرد آزما ہوں گا۔

اسی کمزور اور ناتوان انسان کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے چھ سال بعد ایک چھوٹی سی جماعت کی قیادت ملتی ہے۔ عمر کم، تعلیم نہ ہونے کے برابر، دوست دشمن ہو جاتے ہیں، اپنے

بیگانے بن جاتے ہیں، مالی لحاظ سے بھی کمزور۔ دنیا ہنستی اور قہقہے لگاتی ہے کہ چند دن کی بہار ہے یہ سفینہ آج ڈوبا یا کل ڈوبا۔

وہ ناتوان بچہ جب اپنی جماعت کی پتوار ہاتھ میں سنبھالتا ہے تو ساری دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے کہ ہم نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ قوموں کو للکارا، دشمنوں کو شکست دی۔ ہر مشکل پر فتح پائی، ہر روک دور ہوئی، منجدھار میں سے اپنی کشتی کو نکالتا ہوا ساحل تک لے آیا۔ خدا کی بات پوری ہوئی۔ دنیا کے کونے کونے تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔ ملک ملک میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ بھٹکی ہوئی روحوں نے اس کے ذریعہ اپنے رب سے تعلق قائم کیا۔ دنیا کے ہر کونہ سے اس کے لئے سلامتی کی دعائیں بلند ہوئیں۔

ایک کامیاب قائد، ایک محبوب رہنما، ایک عظیم انسان، جماعت کے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں، ایک وفا شعار بیٹا، ایک شفیق بھائی، ایک بینظیر خاوند، ایک محبت کرنے والا لیکن خدا کی خاطر ساری اولاد کو قربان کر دینے کا جذبہ رکھنے والا باپ، دوستوں کا وفادار اور دشمنوں سے شفقت اور احسان کرنے والا انسان کامیاب و کامران زندگی گزار کر اپنے مولا کے حضور اپنی زندگی کا نذرانہ لے کر حاضر ہو گیا۔

ہاں وہ عظیم الشان کہ جب جماعت کی قیادت ہاتھ میں آئی تو دوست کم اور دشمن زیادہ تھے اور جب اس دنیا سے رخصت ہوا تو ہزاروں نہیں لاکھوں آنکھیں اشکبار اور لاکھوں دل غمناک تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا قانون ہوتا کہ کسی کی جان کے عوض کوئی دوسری جان قبول کی جاسکتی تو یقیناً اس محبوب ہستی کو بچانے کے لئے اُس کی جماعت کا ہر فرد اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا۔

آپ کی ساری زندگی ایک عظیم الشان جدوجہد کی زندگی تھی۔ آپ کا ہر کام حیرت میں ڈالنے والا تھا لیکن میری نظر میں **آپ کا سب سے عظیم الشان کارنامہ استحکام خلافت** ہے۔ جماعت کے ہر فرد مرد عورت اور بچہ کے دل میں یہ ایمان پیدا کر دیا کہ اسلام کی ترقی صرف وحدت قومی کے ساتھ وابستہ ہے اور وحدت قومی کی جان نظامِ خلافت ہے۔ خلافت پر پختہ

ایمان، ہر قیمت پر اس انعام الٰہی کو قوم میں قائم رکھنا، خلافت کی کامل فرمانبرداری، اس کی عظمت کے مطابق قربانیاں دیناہر احمدی میں یہ روح اور جذبہ پیدا کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔

یہ بھی آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ اُس دن ہر دل غمگین تھا، ہر آنکھ اشکبار تھی، لیکن ہر شخص آپ ہی کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کرتا ہوا اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور یقین رکھتا تھا کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ ہر شخص کے لب مصروف دعا تھے اور نگاہیں آسمان پر لگی ہوئی تھیں کہ اے مولیٰ! اپنی اس جماعت کو حسب وعدہ پھر ایک عظیم الشان قائد عطا کیجیو۔ چنانچہ جونہی اللہ تعالیٰ کا منشاء ظاہر ہوا ہر گردن اطاعت کے لئے جھک گئی اور شیطان اس سجدہ آدم پر حسرت سے کفِ افسوس ملتارہ گیا۔ اس جانے والے کی روح بھی یقیناً شاداں و فرحاں ہو گی اس نظارہ پر کہ ساری زندگی کی کاوشوں کا ثمرہ جنت میں تو انشاء اللہ ملے گا ہی اِس دنیا میں بھی مل گیا۔

اے جانے والے! تیرا نام ہی محمودؓ نہ تھا تیرا کام بھی محمود تھا۔ تو نے عظمت کو ورثہ میں پایا اور تیری عظمت تیرے بیٹے کو بھی ورثہ میں ملی۔ خدا کرے کہ جس طرح تیری زندگی کامیاب و کامران گزری، جس طرح تیرے ہاتھ سے دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچا، تیرے نور نظر کے ہاتھوں بھی اسلام کی وہ فتوحات جلد از جلد ظہور پذیر ہوں جن کی خبر خود تو نے دی تھی۔

تیری یاد ایسی نہیں جسے وقت مندمل کر سکے۔ ہاں خدا کے فضل اور اس کی محبت کی آغوش میں انسان اپنے دکھوں کو بھول کر پناہ لیتا ہے۔ انسان کمزور ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اسے سہارا نہ دیتا رہے تو نہ معلوم کس تاریکی میں گر جائے۔ اس لئے دعا ہے کہ:

"اے پیارے محمودؓ کی روح! اللہ تعالیٰ ہر آن آپ کے مقام کو بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ یہ جدائی کا عرصہ نہ معلوم کتنا ہے لیکن جتنا عرصہ بھی اس دنیا میں رہنا ہے اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری، اس کی رضا کی راہوں پر چلنے میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت، نظام خلافت سے کامل وابستگی اور اشاعت اسلام کے لئے قربانیاں دینے میں وقت گزرے۔ جب اپنے مولیٰ کی طرف سے بلاوا آئے اور اُس دنیا میں

آپ سے ملنا ہو تو آپ بھی خوش ہوں کہ ہماری زندگیاں عین اس تعلیم کے مطابق جو آپ ہمیں دیا کرتے تھے اور ہم بھی مطمئن ہوں کہ سرخرو ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو سکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر ہم سب کو ڈھانپ لے۔ آمین

یہ جدائی کے ایام تلخ ضرور ہیں لیکن یہ دیکھ کر دل کو مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے کہ آپ کا شروع کیا ہوا ہر کام ترقی پر ہے۔ جماعت کے لئے ہر سورج جو طلوع ہوتا ہے وہ کوئی نہ کوئی خوشخبری اپنے ساتھ ضرور لاتا ہے اور ہر شام آنے سے قبل ایک نئی منزل کی تعیین ہو چکی ہوتی ہے۔

آپ بے شک ہم سے ظاہری طور پر جدا ہو چکے ہیں۔ تین سال پہلے آج کی رات کا تصور بھی جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ آنکھوں کو دھندلا کر دیتا ہے مگر آپ زندہ ہیں اپنے زندہ جاوید کارناموں سے، آپ زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے خلافت کے ذریعہ۔ جیسا کہ آپ نے خود ایک موقع پر کہا تھا کہ آنے والا مؤرخ بغیر میرا نام لئے تاریخ اسلام لکھ نہیں سکے گا[1]۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ بلکہ تاریخ عالم نامکمل رہے گی اگر آپ کا ذکر اس میں نہ ہو گا۔

خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے جب ساری دنیا میں صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا جائے۔ وہ دن جلد آئے جب نظام خلافت کا وسیع دائرہ ساری دنیا کو اپنے گھیرے میں لے لے۔ وہ دن آئے گا اور انشاء اللہ ضرور آئے گا! خدا کے مسیح کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں اپنے وقت پر ضرور پوری ہوں گی لیکن اس وقت بھی دنیا آپ کے نام پر نعرہ تحسین بلند کرنے سے رک نہ سکے گی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(الفضل یکم دسمبر 1968ء صفحہ 3 تا 4)

---

[1] تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 112

# تاریخ احمدیت جلد 11 حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی کی خوبصورت تصویر ہے[1]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی شاہد صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تاریخ احمدیت جلد گیارہ مل تو جلسہ سالانہ سے قبل ہی گئی تھی لیکن اتنا وقت نہ ملا کہ اسے پڑھ سکوں۔ رات سب کام چھوڑ کر اس کو پڑھنا شروع کیا اور صبح کے قریب ختم کی۔ ایک تو کتاب دلچسپ، پھر اس زمانہ کی تاریخ جس کے شب و روز کے ساتھ اپنی داستان بھی وابستہ ہے۔ کتاب ختم کرنے کے بعد بھی سو نہ سکی۔ نیند آ بھی کیسے سکتی تھی؟ ہر واقعہ ایک فلم کی طرح نظروں کے سامنے گزرنے لگا۔ قادیان سے ہجرت کے آخری ایام میں جب خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب خواتین لاہور تشریف لے جاچکی تھیں اور صرف مَیں اور عزیزہ منصورہ بیگم سلمہا قادیان تھیں۔ خاندان کے سب افراد کے کھانے ناشتہ وغیرہ کا انتظام عزیزہ منصورہ بیگم سلمہا کے ذمہ تھا۔ اور میرا سارا وقت حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں گزرتا تھا۔ کھانا، ناشتہ وقت پر عزیزہ منصورہ بیگم یہیں قصر خلافت میں ہی بھجوادیتی تھیں۔ صبح سے شام تک حضور کا ایک ایک لمحہ بے حد مصروفیتوں کا حامل تھا۔ ایک ایک منٹ پر فون آتے تھے۔ رپورٹیں آتی تھیں، ہدایات جاری فرماتے تھے، کھانا پڑا پڑا ٹھنڈا ہو جاتا تھا لیکن جب تک ایک کام کو ختم نہ فرمالیتے کھانا نہ کھاتے۔ فکر اور پریشانی سے بھوک بھی آپ کی اس قدر کم رہ گئی تھی کہ اُن دنوں ایک دو نوالوں سے زائد نہ کھاسکتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضورؓ

[1] یہ مکتوب حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ نے 28 جنوری 1971ء بمطابق 28 صلح 1350ہش کو مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب، مورخ احمدیت کو لکھا تھا۔

نے ایک دن کہا مجھ سے بالکل کھانا نہیں کھایا جاتا تم مجھے دو تین چمچے شہد ڈال کر شربت بنا کر دے دیا کرو ایک دو گھنٹہ کے بعد تا جسم میں طاقت قائم رہے۔ رات آتی تب بھی قادیان کے گردونواح کے متعلق اطلاعات کے فون آتے رہتے۔ آدھی رات حضورؓ اور آدھی رات مَیں باری باری سوتے تھے۔ جب حضور سونے لگتے تو مجھے جگا دیتے کہ اب تم جاگو اگر کوئی اہم اطلاع آئے تو مجھے جگا دینا۔

حضرت اُمّ المومنینؓ کے پاکستان جانے کے اغلباً چھ روز بعد ہم لوگ بھی لاہور آ گئے تھے جس دن حضور نے فیصلہ کیا کہ لاہور جانا ہے۔

شام کو فیصلہ ہوا بے حد مختصر سا سامان ایک بستر دو تین جوڑے حضور کے، دو اپنے رکھ کر سامان تیار کر لیا۔ اٹیچی کیس میں اہم اور ضروری کاغذات رکھ لئے۔ اگلے دن صبح حضور دفتر سے اور حضرت اماں جان کے گھر سے مَیں اور منصورہ بیگم دارالسلام پہنچے اور وہاں سے میاں منصور احمد کی کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ آگے آ کر اُس کار میں جو کیپٹن عطاء اللہ لے کر گئے تھے۔ جب قادیان سے روانہ ہوئے تھے تو خیال بھی نہ تھا کہ پھر جانا نہ ہو گا۔ لاہور آتے ہی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ چند روز شیخ بشیر احمد صاحب کے ہاں مہمان رہ کر رتن باغ آ گئے۔

آتے ہی مہاجرین کی آمد، رات دن کام، ہر قسم کی ذمہ داری، حضور کو تسلی نہ ہوتی تھی۔ موٹریں، بس، ٹرک آتے۔ جب تک ہر ایک کا ٹھکانہ نہ بن جاتا، سامان اسے نہ پہنچ جاتا آپ کو نہ کھانا کھانے کی ہوش ہوتی تھی نہ آرام کی۔ رتن باغ کے پچھلے حصے میں سائبان اور قناتیں لگا کر عورتوں کو ٹھہرایا گیا تھا۔ بعض تو ایک ایک دو دو دن میں اپنے مستقل ٹھکانہ پر چلی جاتی تھیں اور بعض کا وہاں لمبا قیام رہا۔ اُن کے کھانے، کپڑے، بستروں کا انتظام کرنا، انہیں دنوں آدھی رات کو ایک رات مَیں اور حضرت سیدہ ام داؤد عورتوں میں کمبل تقسیم کرتے رہے۔ کمبل پرانے تھے۔ ان میں مٹی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں شدید بیمار ہو گئی، گلے میں درد، اور گلے سے خون الٹی کے رنگ میں آنے لگ گیا۔ کئی دن شدید بیمار پڑی رہی۔ ان دنوں

مہاجر عورتوں کا سارا انتظام حضور کی رہنمائی میں مَیں نے سیدہ اُمِ داؤد اور ان کی صاحبزادی سیدہ بشریٰ بیگم نے ہی زیادہ کِیا، ہمارے ساتھ بہت سی معاون خواتین اور بچیاں بھی تھیں۔ عورتوں کے ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی اُٹھا کہ اِدھر ٹرکوں سے اتار کر کیمپ میں لے جاتے اور کسی عورت کو ولادت بچہ کے آثار شروع ہو جاتے۔ تو نہ ڈاکٹر ملتا تھا نہ دوائی، ڈاکٹر کو ڈھونڈنا، ضروری لوازمات مہیا کرنے سب کچھ ہی ہمارے سپرد تھا۔ اور ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کے سلسلہ میں حضورؓ کے پاس جاتی اور آپ ہی رہنمائی فرماتے۔

لکھنا کیا شروع کیا تھا اور پہنچ کہاں گئی؟ بہر حال تاریخ کی اِس جلد سے سب گزرے ہوئے واقعات فلم کی طرح سامنے آئے اور دل سے آہیں نکل نکل کر لبوں تک آگئیں۔ دل میں ایک درد اُٹھا اور ساتھ جانے کیا کیا یاد آگیا۔ حضرت مصلح موعود کے ساتھ گزرا ہوا وہ زمانہ اور آپ کی ہدایات اور رہنمائی سے کی ہوئی خدمات میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے تاریخ احمدیت لکھ کر ایک شاندار کارنامہ سرانجام دیا۔ خدا کرے کہ بقیہ جلدیں بھی جلد مکمل کر سکیں۔ اس زمانہ کے حالات جو اپنی نظروں کے سامنے گزرے ہیں پڑھتے پڑھتے بسا اوقات یہ احساس ہوتا ہے کہ تشنہ رہ گئے ابھی یہاں اور لکھا جانا تھا۔ لیکن مؤرخ تو آخر وہی کچھ لکھ سکتا ہے جو واقعات اخباروں میں ریکارڈ ہو گئے۔ لیکن جس کے سامنے کوئی واقعہ گزرا ہو اور یاد باقی ہو (اس کے) احساسات اور ہی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی بے حد رحمتیں فرمائے اس مرد مجاہد کی روح پر جس کے آہنی عزم کو زمانہ کے مصائب اور شدائد شکست نہ دے سکے اور دے بھی کیسے سکتے تھے۔ اُس کی تو پیدائش سے بھی قبل اُس کی اولوالعزمی کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جا چکی تھی۔ تاریخ احمدیت جلد نمبر 11 اُس کی اولوالعزمی کی ایک خوبصورت تصویر ہے۔ جزاکم اللہ۔

(الفضل 2 مارچ 1971ء صفحہ 3)

# وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا

حضرت مصلح موعود 1889ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سے بھی قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ دیا تھا اور حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے وہ ساری تصویر دنیا کے سامنے رکھ دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اِن صفات کا بیٹا اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرے گا۔ مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، اعتراضات کئے گئے لیکن اللہ تعالیٰ کی بات بھی کبھی ٹلی ہے۔ چنانچہ آپ پیدا ہوئے۔ باوجود کمزوری صحت کے اللہ تعالیٰ نے جن صفات کی نشاندہی کی تھی وہ دنیا کو آپ کے وجود میں نظر آنے لگیں۔ 1914ء میں آپ جماعت کے امام منتخب ہوئے اور آپ کی اصلاحات کا دور شروع ہوا۔ آپ نے جتنے احسانات دوستوں، دشمنوں، مَردوں، عورتوں اور مُلک پر کئے ایک بہت لمبی داستان ہے۔ آپ کا لمحہ لمحہ مُلک کی بہتری، جماعت کی ترقی میں گزرا۔ یہاں مجھے اس مختصر نوٹ میں صرف عورتوں پر جو احسانات کئے ان کا تذکرہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جو صفات آپ کی پیدائش سے بھی پہلے بتائی تھیں ان میں ایک یہ تھی کہ "وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا"۔ اسیر ظاہر طور پر بھی ہوتے ہیں اور ذہنی فکری طور پر بھی۔ اس زمانہ میں عورت بھی اسیر کا درجہ رکھتی تھی وہ آزادی جو مسلمان عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، ہندوؤں کے ساتھ رہ کر وہ ختم ہو چکی تھی۔ تعلیم بے حد کم تھی۔ مُلک اور قوم کی خدمت کا تصور بھی نہ تھا۔

حضرت مصلح موعود نے خلیفہ ہوتے ہی لڑکیوں کی تعلیم پر بے حد زور دیا۔ ان کے لئے کالج جاری کیا۔ احمدی جماعت میں تعلیم دینے والی استانیوں کی کمی تھی آپ نے مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا۔ جس میں آپ بنفس نفیس تعلیم دیتے رہے، اور چند سال کی تعلیم کے بعد وہ اس قابل ہو گئیں کہ سکول میں بچیوں کو تعلیم دے سکیں۔ پہلے پرائمری سکول تھا پھر مڈل ہوا۔ پھر اسے ہائی سکول کا درجہ دیا گیا اور جب ہائی سکول سے معقول تعداد بچیوں کی تعلیم

پا کر فارغ ہونے لگی تو کالج جاری کیا گیا۔ دنیاوی تعلیم کے پہلو بہ پہلو دینیات کا کالج بھی جاری کیا
گیا جس میں چھ سال پڑھ کر لڑکیاں خُوب اچھی طرح دینی تعلیم سے واقف ہو جاتی تھیں۔ تعلیم
کے علاوہ آپ نے خطبات، تقاریر کے ذریعہ سے اُن کے دلوں میں احساسِ ذمہ داری پیدا کیا، یہ
بتاتے ہوئے کہ قومی ذمہ داریاں جس طرح مردوں پر عائد ہوتی ہیں اسی طرح عورتوں پر بھی۔
اس مقصد کے لئے 1922ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ قائم کی تا ایک تنظیم سے منسلک ہو کر وہ ان
ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ شروع میں اس تنظیم کا ممبر بننا عورتوں کی اپنی مرضی پر تھا
لیکن 1936ء میں آپ نے سب احمدی مستورات کے لئے لجنہ اماء اللہ کا ممبر بننا لازمی قرار دے
دیا۔ حضور کی قیادت میں احمدی خواتین ترقی کرتی چلی گئیں۔ قوم کے لئے قربانی کا جذبہ پیدا
کرنے کے لئے ان کے ذمہ کئی چندے لگائے مثلاً "بیت الذکر" لندن کا چندہ اور بیت الذکر
ہالینڈ کا چندہ وغیرہ۔ آہستہ آہستہ وہ عورتیں جو کبھی اپنی ضروریات پر دینی ضروریات کو مقدم
رکھنے کا تصور بھی نہیں رکھتی تھیں انہوں نے بیش قیمت زیورات حضور کی خدمت میں پیش کر
دیئے۔ یہ قربانی صرف ان عورتوں نے نہیں کی جو امیر تھیں اور جن کے پاس دینے کو زیور اور
روپے تھے بلکہ وہ غریب ترین عورتیں جن کے پاس کچھ نہیں تھا بلکہ جن کو گزارہ کے لئے انجمن
سے رقوم ملتی تھیں انہوں نے بھی سب کچھ پیش کر دیا۔ یہ تک نہ دیکھا کہ شام کے کھانے کے
لئے بھی کچھ ہے یا نہیں۔ غرض احمدی عورت کے کردار کی تعمیر اور قربانیوں کا جذبہ پیدا کرنے
کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے بہت لمبا عرصہ کوشش کی۔ ایک سکیم ختم ہوتی دوسری شروع
ہو جاتی۔ ناخواندہ کو خواندہ بنانے کا کام لجنہ اماء اللہ کے سپرد کیا اور اُس وقت قادیان میں ایک
عورت بھی ایسی نہ رہی جو پڑھ لکھ نہ سکتی ہو۔ عورتوں میں علم کا شوق اور اس علم کا اظہار تحریر کے
ذریعہ کرنے کے لئے آپ نے مصباح جاری فرمایا۔ شروع میں اس کی ادارت مردوں کے ہاتھوں
میں رہی۔ عورتیں مضمون لکھ کر بھجوا دیا کرتی تھیں لیکن 1947ء سے کُلی طور پر عورتوں
نے اس کو بھی سنبھال لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مصباح بہت باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے

لیکن ابھی تک ہم اسے دوسرے رسالوں کے مقابلہ میں ایک معیاری رسالہ کے طور پر نہیں کر سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لجنہ اس زمانہ سے آج بہت ترقی کر چکی ہے اور وہ ہر قربانی دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ اس نوٹ کے ذریعہ میں اپنی تعلیم یافتہ ادب کا ذوق رکھنے والی اور جنہیں لکھنے کا شوق ہے توجہ دلاتی ہوں کہ حضرت مصلح موعودؓ کی اس یادگار کو جو ہر جگہ اپنی روشنی پھیلا رہی ہے بجھنے نہ دیں بلکہ اس کی روشنی کو تیز سے تیز کرنے کی کوششیں کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ کا دفتر گرا کر دوبارہ تعمیر کیا جا چکا ہے اور عنقریب ہال کی تعمیر شروع ہونے والی ہے جس کے لئے 26 لاکھ روپے کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ[1] نے 16 جنوری کو تحریک فرمائی ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ جس نیک ظن کا اظہار آپ کے متعلق حضور نے فرمایا ہے اُسے آپ پورا کریں گی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قربانی پیش کریں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ دو سال کے عرصہ میں یہ چندہ آپ جمع کر سکیں۔ آپ کی کوشش ہونی چاہئے کہ ہر احمدی بہن تک اس تحریک کو پہنچائیں تا کوئی احمدی بہن اس نیک تحریک میں شامل ہونے سے رہ نہ جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور جس معیار پر حضرت مصلح موعودؓ آپ کو پہنچانا چاہتے تھے آپ پہنچیں اور نمونہ بنیں ساری دنیا کے لئے۔

(ماہنامہ مصباح فروری 1987ء صفحہ 12 تا 13)

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

# حضرت فضل عمرؓ کی اہلی زندگی کی ایک جھلک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے لئے ایک نمونہ بنا کر بھیجا۔ اسی طرح آپ کے غلاموں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا ان کو بھی نمونہ بنایا اور انہوں نے زندگی کے ہر پہلو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلنے کی کوشش کی۔

اہلی زندگی میں عورت سب سے زیادہ مرد کے قریب ہوتی ہے۔ حضرت فضل عمر نے بھی سات شادیاں کیں۔ ایک سے زیادہ بیویوں کو رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے دیکھا جائے تو زندگی گزارنا بہت مشکل امر ہے۔ آپ کی ہر شادی اللہ تعالیٰ کی خاص مشیّت کے ماتحت ہوئی اور آپ نے انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کیا۔

میری پیدائش 7 اکتوبر 1918ء کو ہوئی۔ بظاہر ممکن نہیں نظر آتا تھا کہ آپ سے میری شادی ہوگی۔ حضرت اماں جان (سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ) کہا کرتی تھیں کہ میری خواہش ہے کہ میرے بھائی کے بیٹی ہو تو مَیں محمود کے لئے لُوں۔ لیکن حضرت ابا جان (میر محمد اسماعیل صاحب) کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی پھر 1917ء میں ابا جان نے دوسری شادی کی جس سے اولاد ہوئی۔ ابا جان نے میری پیدائش پر میرا تاریخی نام نکالا تو نذیرِ الٰہی نکلا اور مَیں چھوٹی ہی تھی کہ ایک موقع پر انہوں نے مجھے وقف بھی کر دیا۔ میری پیدائش بھی کمزور تھی۔ ہم جوڑا بہنیں پیدا ہوئی تھیں۔ میرا نام ابا جان نے مریم اور دوسری کا صدیقہ رکھا تھا جو ڈھائی ماہ کی ہو کر وفات پا گئی اور یہ پورا نام ابا جان نے میرا رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابا جان کی دعاؤں اور قربانی کو قبول فرما لیا اور میری شادی 30 ستمبر 1935ء کو جب کہ مَیں ابھی بارہویں جماعت میں پڑھ رہی تھی ہو گئی۔ مَیں ابھی سترہ سال کی بھی پوری نہیں ہوئی تھی اور یہ عمر ایسی نہیں تھی کہ مَیں اُن ذمہ داریوں کو اُٹھا سکتی جو ایک امام

جماعت کے ساتھ شادی ہونے سے مجھ پر عائد ہوئی تھیں اور ایک بڑے گھرانہ میں جہاں پہلے تین بیویاں موجود تھیں، بچے بھی تھے، اپنے فرائض کو ادا کر سکتی۔ ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں حضرت فضل عمر پر جنہوں نے قدم قدم پر میری راہ نمائی کی اور میری ہمت کو پست نہ ہونے دیا۔ عام طور پر یہ نظارہ دنیا میں نظر آتا ہے کہ اگر دوسری شادی کی ہے تو پہلی بیوی بے چاری الگ تھلگ ہو جاتی ہے۔ میاں کی اس طرف توجہ ہی نہیں رہتی۔ آپ نے بڑی بیویوں کا ہمیشہ ادب کروایا۔ آپ کا سلوک سب بیویوں سے اتنا اچھا تھا کہ ہر ایک یہی سمجھتی تھی کہ شاید مجھ سے ہی سب سے زیادہ تعلق ہے۔ بیماری میں خاص توجہ فرماتے تھے چونکہ وقت آپ کے پاس کم ہوتا تھا سارا دن ملاقاتوں، ڈاک پڑھنے، جواب لکھوانے اور جماعتی ذمہ داریاں ادا کرنے میں گزر جاتا تھا۔ اس لئے بچوں کی طرف توجہ دینے کے لئے وہی وقت ہوتا تھا جب آپ کھانے پر تشریف لاتے تھے۔ اس مختصر سے وقت میں کھانا بھی کھانا، ہنسی مذاق میں چٹکلے بھی، اور بچوں کی تربیت بھی۔ سفروں پر جانا تو سب ساتھ ہی ہوتے تھے بڑا اچھا وقت گزرتا تھا۔ سیر و شکار کا بیحد شوق تھا۔ عموماً قادیان میں جلسہ کے بعد تھکان اُتارنے کے لئے راجپورہ جو دریا کے پاس ایک گاؤں تھا جاتے تھے۔ کچے گھر تھے وہاں جا کر گھوڑے کی سواری کرنی، بچوں کو سواری سکھانی، ہمیں سکھانی، مچھلیاں پکڑنی، مرغابیاں اور مگ کا شکار کرتے، مچھلیاں پکڑتے روزانہ وہاں سے آدمی شکار لے کر قادیان آتا تھا۔ اپنے رشتے داروں کے گھروں میں، رفقائے حضرت بانی سلسلہ کے گھروں میں، قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل کے گھر میں اور بہت سے گھروں میں بھجواتے۔ اپنے گھروں میں شوق سے پکواتے، پکنکوں پر جاتے تو مختلف چیزیں تقسیم کر دیتے۔ فلاں یہ بنائے گا اور فلاں یہ بنائے گا اور چھوٹی چھوٹی جزئیات میں اتنی دلچسپی لیتے کہ کسی اجنبی کو یہ محسوس ہوتا کہ شاید آپ کو اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔ زندہ دلی اور شگفتگی آپ پر ختم تھی۔ ہنسی مذاق میں بھی ایک کڑی نظر ہر ایک پر رہتی تھی۔ جہاں ذرا بھی وقار یا شریعت یا جماعت کی روایات کے خلاف کوئی بات نظر آتی پھر کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔

بچوں کی عزت نفس کا بہت خیال کرتے تھے ایک دفعہ کسی بچہ کی سرزنش کی۔ میں آواز سن کر آگئی اس وقت تو مجھے کچھ نہ کہا جب وہ بچہ چلا گیا تو کہنے لگے تمہیں نہیں آنا چاہئے تھا۔ مَیں نے اُسے سمجھانا تھا مگر تمہاری موجودگی میں اُسے ڈانٹ پڑی تو وہ شرمندہ ہو رہا ہو گا۔

ہر رشتہ دار کا حق ادا کیا خواہ وہ اپنا رشتے دار تھا یا بیویوں کا رشتہ دار۔ بیویوں کی سہیلیوں کے گھرانوں سے حسن سلوک کیا۔ مجھے تعلیم کا شوق تھا شادی ہوئی تو یہ خیال پیدا ہوا کہ بس اب تعلیم ختم ہو جائے گی لیکن حضرت فضل عمر نے میرے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے اجازت دے دی کہ پڑھائی جاری رکھوں بلکہ پڑھائی کا انتظام بھی کیا۔ صرف ایک شرط تھی کہ میری پڑھائی میری ذمہ داریوں میں حائل نہ ہو گی اور یہ کہ ایسا نہیں ہو گا کہ مَیں آؤں تو تم کتابیں لے کر بیٹھی ہو۔

شعر و شاعری سے بہت دلچسپی تھی اکثر نظمیں آپ نے سفر کے دوران کہی ہیں یا جب قدرے فراغت ہو۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کسی محاورہ کے متعلق آپ کو شک ہو تو مجھے کہنا ابھی لغت نکالو اور دیکھو یا کہنا حضرت اماں جان کے پاس جاؤ اور اُن سے پوچھو کہ کیا یہ محاورہ اس طرح بولا جاتا ہے۔

چونکہ مَیں تیز لکھتی تھی آپ نے ابتداء سے ہی مجھ سے لکھوانے کا کام لینا شروع کیا۔ خط لکھوائے، جلسہ سالانہ کی تقاریر کے نوٹ لکھوائے، تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر کی املاء کروائی۔ لکھوا کے پھر مولانا محمد یعقوب صاحب کو صاف کرنے کے لئے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح کلید القرآن سے آیاتِ قرآنیہ نکلوانی اور یہ سب خود سکھایا ورنہ اس سے پہلے مجھے کچھ نہیں آتا تھا۔

متین چھوٹی سی تھی تو اُسے ایک نظم لکھ کر دی اور کہا اسے یاد کر کے سناؤ جو کچھ اس طرح تھی۔

چُوں چُوں کرتی چڑیا آئی
چونچ میں اپنی تنکا لائی

پھر ایک اور نظم "طوطے" پر لکھ کر دی جو مَیں نے تشحیذ الاذہان میں چند سال ہوئے چھپوادی تھی۔ جب اور بڑی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے متعلق نظم لکھ کر دی جو کلام محمود میں اطفال کے ترانہ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

1948ء میں جب ہجرت کے بعد ہم کچھ عرصہ لاہور رہے۔ مسلم لیگ کی خواتین بھی آبادکاری اور عورتوں کے مسائل حل کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔ بیگم تصدق حسین، بیگم شاہنواز وغیرہ کئی دفعہ ملنے آئیں اور اپنی کئی تقریبات میں ہمیں بلایا۔اسی سلسلہ میں ایک مشاعرہ ہوا، دعوت نامہ لے کر آئیں اور بہت خواہش کی کہ آپ میں سے کوئی نظم بھی پڑھے۔ طرحی مشاعرہ تھا۔ مَیں نے حضور سے ذکر کیا تو کہنے لگے کیا حرج ہے۔ پڑھ دینا۔ مَیں نے کہا کونسی؟ کہنے لگے مَیں لکھ دیتا ہوں۔ مَیں نے کہا نہیں اگر اپنی ہوتی تو پڑھ دیتی۔ فرمایا کیوں۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بزبان حضرت اماں جان نظم نہیں کہی ہوئی۔ خیر آپ نے ایک غزل کہی اور صاحبزادی امۃ الباسط نے وہ غزل عورتوں کے مشاعرہ میں خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ وہ غزل حضور کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی میرے پاس محفوظ ہے۔ ناصحانہ نظم تھی اور بہت پسند کی گئی۔ نظم یہ تھی:۔

کیسے بچاؤں نوح کے طوفاں سے گھر کو میں
رکتی نہیں ہے کیا کروں اس چشم تر کو میں
مسجد کو چھوڑ ٹاکی کی جانب رواں ہوئی
جانا تھا کس طرف کو چلی ہوں کدھر کو میں
ہے وقف روئے غیر نظر تیری اے خدا
ترسی ہوں سال سال تیری اِک نظر کو میں
جس سے بہار خانہ تھی جب وہ نہیں رہا
اس کے بغیر کیا کروں دیوار و در کو میں

روئے سحر ہی جب نہ نظر آئے اے ندیم
پھر کیا کروں بتا تو نسیم سحر کو میں
رہبر بھی مصطفیٰ مرے دلبر بھی مصطفیٰ
جاتے تھے وہ جدھر کو چلوں گی اُدھر کو مَیں
راہِ وفا میں موت سے ڈرنا خدا بچائے
ملتی ہوں اپنے ہاتھ سے اپنے جگر کو مَیں
ہے میری آبرو تیرے ہاتھوں میں اے خدا
رکھتی ہوں تیرے پاؤں پہ لے اپنے سر کو مَیں
ہر لحظہ کارواں ہوا جاتا ہے دُور دُور
حسرت سے تک رہی ہوں پڑی راہ گزر کو مَیں
یا نوچ ڈال پَر مرے یا کھول دے قفس
قیدِ قفس میں کیا کروں گی بال و پَر کو مَیں

گرمیوں میں ڈلہوزی جاتے تو اکثر قرآن مجید کا درس دیتے جس میں گھر والے بھی شامل ہوتے اور دوسرے لوگ بھی۔ مجھے بھی تاکید کرتے رہتے کہ بچوں کو عربی پڑھایا کرو۔ سب سے پہلے آپ نے کہا کہ قصیدہ یاد کرواؤ اُس وقت مجھے بھی یاد نہیں تھا۔ چنانچہ خود بھی ساتھ ساتھ یاد کیا اور امۃ الحکیم، امۃ الباسط اور امۃ النصیر کو یاد کروایا۔ عربی صَرف و نحو بھی گھر میں ہم سب کو پڑھاتے رہے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ آپ سے صَرف و نحو پڑھ کر پہلی دفعہ احساس ہوا کہ یہ تو مشکل مضمون ہی نہیں۔ قادیان میں درس القرآن سورہ کہف سے شروع کیا اصل غرض مجھے اور بچوں کو پڑھانا تھا۔ اس درس میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد، صاحبزادہ مرزا منور احمد اور صاحبزادی امۃ القیوم ابتداء میں شامل ہوئے پھر آہستہ آہستہ اور گھر والوں نے شامل ہونا شروع کیا۔ جب لوگوں کو علم ہوا کہ حضور گھر میں درس دے رہے ہیں تو

درخواستیں آنی شروع ہو گئیں کہ باہر بیت الذکر میں درس دیا کریں تا ہم بھی سنا کریں۔اس طرح آہستہ آہستہ وہ درس بیت[1] مبارک قادیان کے ساتھ والے کمرہ میں دیا جانے لگا اندر ہم ہوتے تھے اور باہر مرد بھی سُن لیتے تھے۔

ماں سے محبت تو اولاد کو ہوتی ہی ہے لیکن جیسی محبت حضرت فضل عمر کو حضرت اماں جان سے تھی اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے۔ ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے اور بیویوں سے بھی یہی امید رکھتے کہ حضرت اماں جان کی جتنی ممکن ہو خدمت کریں گی۔

بہنوں اور بھائیوں سے بھی بہت محبت تھی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے سب بہن بھائیوں سے زیادہ بے تکلفی تھی۔جب آپ مالیر کوٹلہ سے قادیان آتیں تو بہت کوشش کر کے ان کے لئے وقت نکالتے۔ بہت سے سفروں میں ساتھ رہا ہے۔ حیدر آباد دکن اور دہلی کا وہ سفر جو 1938ء میں کیا اور جس میں آپ نے تغلق کے قلعہ پر کھڑے ہو کر کہا تھا "مَیں نے پالیا، مَیں نے پالیا" اس سفر میں مَیں، حضرت نواب مبارکہ بیگم اور امۃ القیوم آپ کے ساتھ تھیں۔ حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم سے بھی بہت محبت تھی وہ چونکہ چھوٹی ہیں اس لئے ان سے بالکل چھوٹی بہنوں والا پیار تھا۔ لیکن ان کی ذراسی تکلیف برداشت نہیں تھی۔ مجھے آج بھی وہ نظارہ یاد ہے کہ اُن کے آپریشن کا معلوم ہوا ہم لاہور گئے۔ آپریشن ہو گیا تو واپس آگئے۔ واپس آتے ہی علم ہوا کہ پھر دوبارہ طبیعت خراب ہو گئی ہے ساری رات بے چین رہے سو نہ سکے اور صبح ہوتے ہی لاہور روانہ ہوئے اور جب تک طبیعت نہ سنبھلی وہیں رہے۔

1947ء میں ہجرت کے بعد قادیان سے لاہور پہنچے۔ایک ہی مکان میں سارا خاندان ٹھہرا ہوا تھا۔ اس وقت آپ نے سارے خاندان کے اخراجات کا بوجھ اُٹھایا اور جب تک حالات بہتر نہ ہوئے سب کا کھانا اکٹھا رہا لیکن انتہائی سادہ۔ فی کس ایک روٹی اور ایک وقت سالن اور

---

1۔ نقل بمطابق اصل

ایک وقت دال۔ خود تو نصف روٹی بھی نہ کھاتے تھے۔ وہ بھی کسی بچہ کو جسے زیادہ بھوک لگی ہو دے دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ جب یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب خاندان حضرت بانیٔ سلسلہ کی مستورات کو لاہور بھجوا دیا جائے اور حضور خود قادیان ٹھہرے تو مجھے حضور کے ساتھ ٹھہرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ میرے علاوہ صاحبزادی منصورہ بیگم بھی پیچھے ٹھہریں تھیں۔ حضرت فضل عمر نے خرچ کی رقم اُن کو دے دی کہ وہ کھانے کا انتظام کریں اور مَیں حضور کے ساتھ کام میں لگی رہتی تھی اُن دنوں ہر وقت اِدھر اُدھر سے اطلاعات کے فون آتے تھے۔ آدھی رات حضور جاگتے تھے پھر مجھے جگا دیتے اور آپ آرام فرما لیتے۔

1955ء سے حضور کی بیماری کا آغاز ہوا گو کمزوری ایک سال قبل جب 1954ء میں ایک بدبخت نے حضور پر قاتلانہ حملہ کیا تھا شروع ہو گئی تھی، سارا گھر پریشان، ساری جماعت غمزدہ، لیکن حضور ایک ایک کو تسلی دیتے تھے کہ فکر نہ کرو مَیں ٹھیک ہوں۔ 1955ء سے تو پھر میری ساری توجہ صرف آپ کی طرف ہو گئی۔ ڈاک سنانی، جواب لکھنے، آپ کی تیار داری وغیرہ وقت ہی کسی اور کام کے لئے نہیں ملتا تھا۔ اسی بیماری میں ہی آپ نے تفسیر صغیر لکھوائی۔ ہر وقت فکر تھی کہ جلد مکمل ہو، کبھی مجھ سے املاء کرواتے تھے پھر مولوی یعقوب صاحب کو مسودہ صاف کرنے کے لئے دیتے پھر اس کو دیکھتے۔ کبھی مولوی یعقوب صاحب کو ہی بلا کر لکھواتے۔ غرض ان دنوں جو قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی محنت کی اس نے صحت پر بہت بُرا اثر ڈالا۔ صحت کی پرواہ نہ کی اور رات دن لگ کر ترجمہ مکمل کیا۔

مَیں تو ایک ذرّہ ناچیز ہوں اگر کوئی بھی جماعت کی خدمت مَیں نے کی تو دراصل اس کا سہرا حضرت فضل عمر ہی کے سر تھا۔ کیونکہ تقریر کرنا، لجنہ کا کام کرنا، ہر بات میں حضور نے میری رہنمائی فرمائی۔ ربوہ آنے کے بعد 1951ء میں حضور نوّراللہ مرقدہ نے بچیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ نصرت کا اجراء فرمایا۔ کوئی عمارت نہیں تھی اپنی کوٹھی کالج کے لئے دی۔

فرخندہ بیگم سید محمود اللہ شاہ صاحب کو لاہور ایم اے انگریزی کرنے کے لئے بھجوایا اور مجھے کالج کی ڈائریکٹریس مقرر کر کے کہا کہ کالج سنبھالو۔ پہلے دو سال میرے علاوہ کالج میں سب مرد پڑھاتے رہے اور مَیں عربی پڑھاتی تھی اور کالج کے تمام انتظامی کام بھی کرتی تھی۔ دو سال بعد مسز شاہ آگئیں اور آہستہ آہستہ وہ لڑکیاں جنہوں نے جامعہ نصرت سے بی اے کیا ان کو مختلف مضامین میں ایم اے کروایا اور وہ کالج میں لیکچرار لگیں۔ روزانہ ہی مجھ سے کالج کی رپورٹ لینی۔ ہر بات پر رہنمائی کرنی۔ 1955ء میں آپ کی بیماری کے بعد پڑھانا مَیں نے چھوڑ دیا صرف نگرانی میری رہی۔ خود مَیں نے بھی ایم اے عربی ہجرت کے بعد کیا تھا، صرف سات ماہ کی پڑھائی کے بعد امتحان دیا۔ اس امتحان دینے کا حوصلہ بھی آپ نے مجھ میں پیدا کیا۔ 1940ء میں مَیں نے بی اے کیا تھا پڑھائی چھوڑ کر دوبارہ شروع کرنی بہت مشکل ہوتی ہے۔ 1947ء میں لاہور کے قیام میں لجنہ کے کسی کام کے سلسلہ میں بعض بچیاں ملیں جو ایم اے عربی فائنل کی تھیں۔ ان کی کتب دیکھیں تو مجھے بہت آسان لگیں۔ مَیں نے حضرت فضل عمر سے ذکر کیا تو آپ فرمانے لگے پھر یہاں لاہور رہتے ہوئے تم بھی امتحان دے دو۔ کتب ملتی نہیں تھیں یونیورسٹی لائبریری سے قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کے ذریعہ سے لے کر ان کی نقلیں کروا کے دیں اور جہاں سے کوئی بات سمجھ نہ آتی آپ خود سمجھا دیتے۔

30 سال کا عرصہ ان کے ساتھ گزارا۔ کہنے کو تو تیس سال تھے لیکن میں تو یہی کہوں گی۔

روئے گُل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شُد

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شُد[1]

ہزاروں سلام اس پاک ہستی پر جو خود بھی جلد جلد بڑھا اور اپنے ساتھ چلنے والوں کو بھی تیز چلاتا رہا۔ اس کی پیدائش، اس کی ساری زندگی اور اس کی وفات عین اس پیشگوئی کے مطابق ہوئی جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو دی تھی۔ وہ سراپا رحمت تھا کبھی

---

[1] ابھی تو پھول کا جی بھر کے دیدار بھی نہ کر پائے تھے کہ موسم بہار ختم بھی ہو گیا افسوس کہ پلک جھپکتے ہی صحبت یار ختم ہو گئی۔

کبھی آپ کی زندگی میں غصہ اور غضب کی لہریں نظر آتی ہیں مگر تربیت کی خاطر ورنہ وہ تو دل کا حلیم تھا۔

احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ابن مسیحا کے ساتھی کے طور پر چنا تھا تو میری غلطیوں پر پردہ ڈالتے ہوئے اُس جہاں میں بھی ان کے ساتھ ہی رکھے۔

(ماہنامہ مصباح فروری، مارچ 1989 صفحہ 50 تا 54)

# سیرت حضرت مصلح موعودؓ کی چند جھلکیاں[1]

## حضرت مصلح موعودؓ کا سلوک بچوں کے ساتھ

اللہ تعالیٰ جب کسی ہستی کو کوئی خاص مقام عطا فرماتا ہے اور اس سے اصلاح خلق کا کام لینا چاہتا ہے تو اس کو دنیا کے لئے ایک نمونہ بنا دیتا ہے، تا باقی لوگ بھی اس کو دیکھ کر اپنی زندگیاں اس رنگ میں ڈھال سکیں۔ کامل نمونہ عالمین کے لئے تو رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک ہی تھی۔ لیکن آپ کے نقش قدم پر چل کر اور آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر ہزاروں بلکہ لاکھوں شخص ایسے گزرے ہوں گے جن کو ان کے زمانہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے نمونہ بنایا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ذات اور مقام تو ایک موعود ذات اور موعود مقام تھا جس کے متعلق حضرت امام الزمان کو بتایا گیا تھا کہ وہ دل کا حلیم ہو گا۔

بظاہر ایک ایسے انسان کے متعلق جس کی زندگی کا ہر لحہ بے حد مصروف گزرا ہو جسے وقت پر کھانا کھانے اور آرام کرنے کے لئے بھی وقت نہ ملتا ہو۔ جسکا لحہ لحہ اس سوچ و فکر میں گزرا ہو کہ اسلام کی تبلیغ کو کیسے وسیع کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ کا نام کس طریق سے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جائے۔ جو سوتے میں بھی جاگتا ہو اور جاگتے میں سوچتا ہو۔ ایسے انسان کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ اُس کا تعلق اپنے اہل و عیال سے کم ہی ہو گا۔ وہ کیا دلچسپی اپنے بچوں اور ان کے اشغال میں لے سکتے ہوں گے۔

لیکن اس کے برعکس حضرت مصلح موعودؓ بے شک انتہائی طور پر مصروف رہتے تھے لیکن آتے جاتے مجلس میں بیٹھے، کھانا کھاتے وقت اور مساجد میں آپ کی نیم وا نظریں بچوں پر

---

[1] اس مضمون کا کچھ حصہ سوانح فضل عمر جلد پنجم میں شامل ہے۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ کی اصل تحریر مکرم سیکرٹری صاحب فضل عمر فاؤنڈیشن نے بہت تلاش کے بعد خاکسار کو دی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اس مضمون میں حضرت سیدہ مریم صدیقہ کے اصل الفاظ ہی شامل کئے گئے ہیں، خواہ عرف عام کی زبان میں اس طرح وہ استعمال نہ کئے جاتے ہوں۔

پڑتی رہتی تھیں۔ کپڑے ٹھیک پہنے ہوئے ہیں یا نہیں۔ سر پر ٹوپی ہے یا نہیں۔ کوئی حرکت وقار کے خلاف تو نہیں۔ ملنے جلنے کا طریق اور طریق گفتگو پایہ تہذیب سے گرا ہو تو نہیں۔ لڑکوں کے متعلق بھی اور لڑکیوں کے متعلق بھی بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ باتیں جو سرسری نظر میں کسی دوسرے کو نظر نہ آتی تھیں آپ کی نگاہ میں کھٹک جاتی تھیں۔ اور آپ کبھی سختی سے کبھی نرمی اور شفقت سے کبھی نصیحت کے رنگ میں اور کبھی اس طرح گویا اس بچہ کو تو نہیں کہہ رہے بلکہ کسی دوسرے سے مخاطب ہو کر بات کرتے کہ عقلمند بچہ ضرور سمجھ جاتا کہ اشارہ میری طرف ہے۔ اور اس بچہ پر اچھی طرح واضح فرمادیتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے ایسا کام تمہیں نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کئی باتوں میں سختی بھی کی ہے سزا بھی دی ہے ناراض بھی ہوئے ہیں تا اصلاح ہو جائے مگر زیادہ تر نرمی اور محبت سے ہی سمجھا دیا کرتے تھے۔

میری شادی 35ء میں ہوئی اس وقت آپ کے اکثر بچے جوان تھے۔ صرف چند بچوں کا بچپن میری نظروں کے سامنے گزرا ہے۔ گو خود میری عمر شادی کے وقت چھوٹی تھی لیکن انہوں نے ہمیشہ ہی میری توجہ کو اس طرف مبذول کیا کہ تمہارا رشتہ اب ان سے بڑا ہے تم نے اُنہیں میری نظر سے دیکھنا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ مَیں جمعہ یا کسی جلسہ سے واپس آئی تھی کہ حضورؓ تشریف لے آئے۔ کہنے لگے تم گئیں تھیں لڑکیوں کو ساتھ کیوں نہیں لے کر گئیں؟ میں نے کہا کسی نے نہیں کہا کہ مَیں نے بھی جانا ہے۔ فرمایا یہ تو تمہارا کام تھا تم ان کو کہتیں کہ ان کو جانا چاہئے، وہ بچیاں ہیں۔

اُس زمانہ میں چونکہ خود اپنی عمر چھوٹی تھی کئی دفعہ غصہ آجاتا تھا کہ مَیں تو خود تربیت کی محتاج ہوں۔ اور یہ مجھ سے اُن کا خیال رکھنے کو کہہ رہے ہیں جن کی عمر مجھ سے کچھ ہی کم ہوگی۔ لیکن حقیقت میں میری بھی ساتھ ساتھ تربیت آپ کے ذریعہ سے ہو رہی تھی۔

کئی دفعہ انتہائی مصروفیت کے باوجود بچوں کو گود میں اٹھا کر بہلاتے اور لوریاں دیتے سنا ہے۔ گلے سے لگا کر ٹہلتے ہوئے نہایت پیارے انداز میں اور نہایت خوبصورت آواز سے آپ یہ پڑھتے تھے۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

یہ آپ کے محبوب اشعار تھے۔ جو آپ گنگنایا کرتے تھے۔ گو ان کے علاوہ اور اشعار بھی پڑھتے میں نے سنا ہے۔ آواز اتنی پیاری تھی کہ کیسا ہی بچہ رو رہا ہو فوراً خاموش ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ کسی بچہ کو اُٹھایا ہوا تھا اور شعر پڑھ رہے تھے آپ کو یہ بہت پسند تھے۔

رَاَیْتُ ظَبْیًا عَلٰی کَثِیْبٍ[1]　　یُخَجِّلُ الْوَرْدَ وَالْھِلَالَا

فَقُلْتُ مَا اسْمُکَ فَقَالَ لُؤْلُؤْ　　فَقُلْتُ لِیْ لِیْ فَقَالَ لَالَا

جب ہم 1955ء میں حضور کے علاج کے لئے یوروپ گئے، ایک ہفتہ دمشق میں بھی ٹھہرے۔ وہاں مکرمی بدر الحصنی صاحب جن کے گھر ہمارا قیام تھا کی ایک بیٹی اپنے بچہ کو لے کر آئیں کہ حضورؓ اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیں اور دعا فرما دیں۔ آپؓ نے کہا بچہ کا نام کیا ہے کہنے لگیں ہم اسے پیار سے "لوٗلوٗ" کہتے ہیں۔ حضورؓ نے اُسی وقت بے ساختہ یہی شعر پڑھا۔ بچہ کی ماں کو اتنا پسند آیا کہ کہنے لگی مجھے لکھ دیں۔ حضورؓ نے مجھے فرمایا اسے شعر لکھ کر دے دو چنانچہ مَیں نے اسے لکھ کر دے دیا۔ متین چھوٹی سی تھی مَیں نے کہا آپ اس کے لئے کوئی بچوں والی نظم کہہ دیں مَیں اسے یاد کروا دوں آپ نے بالکل ہی بچوں کی نظم (متین کی عمر غالباً چار سال تھی) کہہ دی وہ نظم یہ تھی۔

چُوں چُوں کرتی چڑیا آئی　　چونچ میں اپنی تنکا لائی

---

[1] میں نے ایک ٹیلہ پہ ہرن کو دیکھا جو (اتنا خوبصورت تھا کہ وہ) گلاب کے پھول بلکہ ہلال (چاند) کو بھی شرماتا تھا۔ مَیں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے تو اُس نے کہا لوٗلوٗ۔ میں نے کہا (کیا یہ) میرے لئے ہے میرے لئے؟ تو اُس نے کہا نہیں نہیں۔

تنکوں سے اس نے گھونسلہ بنایا
پتوں سے پھر اسکو سجایا

پھر اس میں انڈے دینے بیٹھی
انڈے دے کر سینے بیٹھی

کچھ انڈے تو کچّے نکلے
باقی میں سے بچے نکلے

بچوں نے وہ شور مچایا
سارے گھر کو سر پہ اٹھایا

کوئی کہتا اماں کھانا
کوئی کہتا پانی پلانا

چڑیا بولی پیارے بچو
غل نہ مچاؤ صبر سے بیٹھو

ابا کام سے آتے ہوں گے
دانہ دُنکا لاتے ہوں گے

تم سب بیٹھ کے کھانا کھانا
پھر سب مل کے سیر کو جانا

کہنے کو تو بچوں کے اشعار ہیں اور ایک مصروف آدمی کے لیے اتنا کہاں وقت ہوتا ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑے۔ مگر یہ بالکل ہی بچگانہ نظم اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ آپ کو بچوں کی خواہشات پورا کرنے کی طرف توجہ تھی۔ "چڑیا" والی نظم تو کھڑے کھڑے شاید پانچ منٹ میں آپ نے کہی تھی اور متین کو یاد کرواکے سُنی بھی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دن آئے تو ایک لفافہ پر اپنے ہاتھ سے 'طوطے' پر ایک نظم لکھی ہوئی تھی۔ کہنے لگے لو مَیں تمہارے لئے نظم لکھ کر لایا ہوں یاد کر لو۔ متین کو طوطا پالنے کا بچپن میں بہت شوق تھا۔ اور اُس نے ان دنوں شاید طوطا پالا بھی ہوا تھا۔ یہ نظم بھی درج ذیل کرتی ہوں۔ یہ حضور کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی میرے پاس محفوظ ہے۔

### درخت کا طوطا اور گاؤں کے بچے

پیارے طوطے بھولے بھالے
ہم ہیں تیرے چاہنے والے

تیرا سبز لباس غضب ہے
کیا ہی پھبن ہے کیسی چھب ہے

اوپر لال سے جاکٹ پہنے
سج کر بیٹھا ہے بن گہنے

جب بیٹھا ہو پیڑ کے اوپر
کھیل رہا ہو پر پھیلا کر

اُس کی سبزی تجھ کو چھپائے — رنگ تیرا اُس سے مل جائے
کیوں بیٹھا ہے پیڑ پہ جا کر — بیٹھ ہمارے پاس تُو آ کر
تجھ کو ہم چُوری ڈالیں گے — پیار و محبت سے پالیں گے
بیر اور گنے لائیں گے ہم — تجھ کو خوب کھلائیں گے ہم
پنجرہ اک اچھا سا بنا کر — رکھیں گے تجھے اس میں چھپا کر
میٹھے بول سکھائیں گے ہم — تجھ کو خوب پڑھائیں گے ہم
بیٹھ کے تیری باتیں سنیں گے — تجھ سے کوئی کام نہ لیں گے
اچھے طوطے گر نہیں آتا — اپنا نام تو ہم کو بتا جا
طوطا بولا نام ہمارا — مٹھو ہے۔ کیوں ہے نہ پیارا؟
یہ کہتے ہی پر پھیلا کر — تول کے دُم اور چونچ دبا کر
اُڑ گیا طوطا شور مچا کر — چُھپ گیا وہ بادل میں جا کر

متین پانچ سال کی تھی تو مَیں نے کہا اسے کوئی دینی نظم بنا کر دیں اس پر آپؓ نے وہ نظم کہی جو "کلام محمود" میں اطفال الاحمدیہ کے ترانہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ متین کو بنا کر دی تھی اور مَیں نے اسے یاد کروائی تھی۔ اس نظم کا پہلا شعر ہے

مری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالم کون کا اک خدا ہے

شروع میں چھ سات شعر کہہ کر دیئے تھے کہ اسے یاد کروادو۔ پھر کچھ زائد کہہ کر اخبار میں شائع کروادی۔

حتی الوسع آپ نے بچوں کی خواہشات کو پورا فرمایا اور اُن کی دلچسپیوں میں حصہ لیا۔ ہاں کوئی بات وقار و تہذیب سے گری ہوئی دیکھی یا کوئی امر خلاف قرآن سنت دیکھا تو

بہت ناراض ہوتے تھے۔ جیسا کہ مَیں اپنے ایک مضمون میں (جو غالباً مصباح میں شائع ہوا تھا) ذکر بھی کر چکی ہوں کہ ایک لڑکی نے سہیلیوں سے سُن کر سہرا منگوالیا اور آپ نے قینچی سے پکڑ کر کاٹ کر پھینک دیا۔ ایک بچی نے نصف آستین کا بلاوز خرید کر پہن لیا آپ نے اُسی وقت اتارنے کا حکم دے کر اس کو پھاڑ کر پھنکوا دیا۔ اپنی مصروفیات کے باوجود کبھی کبھی خود بچوں کو پڑھا بھی دیتے تھے۔

ایک دفعہ قادیان میں قرآن مجید پڑھانا شروع کیا جس میں مبارک احمد، منور احمد، امۃ القیوم، امۃ الرشید اور مَیں شامل ہوتے تھے۔ عربی صرف ونحو بھی ساتھ ساتھ پڑھاتے تھے۔ پہاڑ پر جب گرمیوں میں جاتے بچوں کو گرمیوں کی تعطیل ہوتی تھیں ہر سال ہی کچھ نہ کچھ پڑھایا کرتے۔ ڈلہوزی میں کئی دفعہ عربی صَرف ونحو، حدیث اور قرآن مجید مجھے پڑھانا یاد ہے۔ کبھی خود نہ پڑھا سکنا تو مجھے کہنا لڑکیوں کو پڑھایا کرو۔ ایک دفعہ مجھے کہا کہ بچیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ یاد کرواؤ۔ پڑھانے کا طریق بڑا ہی عجیب تھا۔ نہایت آسان طریق پر کہ پڑھنے والا سمجھتا اس سے زیادہ آسان کوئی سبق ہی نہیں۔ آج تک وہ پڑھا یاد ہے۔ خصوصاً عربی صرف ونحو کا پڑھانا تو آپ پر ختم تھا۔ مَیں نے آج تک اس طریق سے کسی کو پڑھاتے نہیں دیکھا۔

بچوں کی مجالس میں اکثر لطائف سنایا کرتے اور بچوں سے لطیفے سنتے۔ ہزاروں لطیفے اور چٹکلے یاد تھے۔ کبھی کبھی رات کو بچوں کو لے کر بیٹھ جانا اور کوئی کہانی سنا دینی۔ کئی دفعہ ایک ایک کہانی کا سلسلہ ہفتوں چلا کرتا۔ اور وہ اتنی دلچسپ ہوتی کہ بچے چھوڑ سارے گھر کے بڑے بھی گھیرا ڈال کر بیٹھ جاتے اور کہانی سنتے۔

بچوں کا شام کے بعد گھر سے باہر رہنا سخت ناپسند تھا اُس کی پابندی کروانے کی ہمیشہ تاکید رکھتے کہ مغرب کے بعد اِدھر اُدھر نہیں پھرنا، رات کو اگر دیر سے کوئی بچہ کہیں سے آتا تو ناراض ہوتے۔

بچوں سے مذاق بھی فرمالیتے طبیعت میں مزاح بہت تھا۔ لیکن ایسا مزاح نہیں کہ دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔ بامذاق طبیعت کو پسند فرماتے۔ بچوں کو کئی دفعہ جادو کے تماشے بھی کر کے دکھائے۔ جس سے بچے محظوظ ہوتے تھے۔

اپنے بچوں کے بچوں سے بھی بہت پیار اور محبت کا سلوک کیا۔ ان کی پسند کے تحائف دینے کا خیال رہتا تھا۔ کسی بچہ کی خواہش کا علم ہوتا حتی الوسع اسے پوری فرماتے۔

## ذاتی دلچسپیاں

حقیقت تو یہ ہے کہ اِن کی دلچسپی قرآن پر ختم تھی جس کی اشاعت کا فرض زندگی کے آخری سانس تک نبھایا۔ لیکن اپنے فرض کو پورا کرتے ہوئے کئی دلچسپیاں اور بھی تھیں جن کا کبھی کبھی فراغت کے وقت شغل ہوتا تھا۔ لیکن جب کام کا زور ہوتا تو سب دلچسپیاں بھول جاتے۔ اس قسم کی دلچسپیوں میں سرفہرست سیر و شکار تھا۔ ماہر شکاری تھے۔ جلسہ سالانہ کے بعد تھکان اُتارنے کے لئے یا یونہی کبھی کبھی شکار کے لئے قادیان سے باہر راجپورہ تشریف لیجاتے۔ گھر والے بھی ساتھ ہوتے۔ کبھی کبھی صرف مردوں کے ساتھ ہی جاتے۔ مگ، مرغابیاں اور جانور شکار کرتے اور قادیان بھجواتے فہرست بنا کر کہ گھروں میں اس طرح تقسیم کردو۔ گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔ اور اعلیٰ درجہ کے شہسوار تھے۔ اپنے بچوں، بیویوں، لڑکیوں کو خود گھوڑا چلانا سکھایا۔ بہتوں کو بندوق چلانی خود سکھائی۔ تیراک بہت اچھے تھے۔ نہر پر جایا کرتے تھے۔ مگر بعد میں جب مخالفت کا زور ہوا یہ خیال تھا کہ کہیں کوئی شرارت نہ کردے تو چھوڑ دیا۔ دیسی طب اور ہومیوپیتھک سے بہت دلچسپی تھی۔ ہر دو میں علاج کرتے تھے۔ بہت سے طب کے نسخے آپ نے تجویز کئے اُن کو آزمایا جو آج بھی محفوظ ہیں۔

عام طور پر ہومیو پیتھک یا دیسی طبیب اپنی دوائی دیتے وقت ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ انگریزی دوائی نہ کھانا۔ آپؓ کا یہ طریق نہ تھا۔ فرماتے تھے سب کھاؤ جو طریق علاج پسند ہو شفا تو اللہ تعالیٰ نے دینی ہے۔ ہومیو پیتھک کا مطالعہ اپنے شوق سے خود فرمایا سینکڑوں کتب

ہومیو پیتھک کی منگوائیں اور مطالعہ کیں۔ اپنے سب بچوں کے متعلق بھی خواہش تھی کہ طب اور ہومیو پیتھک طریق علاج سیکھیں، خدمت خلق کا ذریعہ ہے اور خدا کا فضل ہے کہ آپ کی خواہش کی وجہ سے آپ کی اولاد میں سے کئی کو اس میں دسترس حاصل ہے، خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو۔ حکمت کے متعلق فرمایا کرتے تھے سب کو سیکھنی چاہئے یہ ہمارا خاندانی علم ہے۔ اس کو ضائع نہیں ہونے دینا چاہئے۔ بہت سے طب کے نسخے آپ نے تجویز کئے۔ اُن کو آزمایا جو آج بھی محفوظ ہیں۔

مجھے بھی کچھ عرصہ آپ نے ہومیو پیتھک پڑھائی تھی۔ اکثر مستورات دوائی لینے آتی رہتیں اُنکی علامات توجہ سے سنتی دوائی بتاتی۔ بعض دفعہ مصروف ہوتے تو مجھے ارشاد ہوتا کہ سب علامات نوٹ کرو پھر کتاب میں سے دوائی دیکھ کر مجھ سے مشورہ کرلو۔

عطر بنانا بھی آپ کا ایک محبوب شغل تھا۔ ناک کی حس اتنی تیز تھی کہ عطر سونگھ کر بتادیتے تھے اس میں کیا اجزاء ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ میں دودھ کا گھونٹ پی کر بتا سکتا ہوں کہ بھینس نے کیا چارہ کھایا ہے۔ بُو برداشت نہ تھی۔ کبھی ایسا تیل نہ لگایا نہ لگانے دیا جس کی تیز خوشبو ہو۔ کئی دفعہ بچیوں کو شوق ہوتا کہ دہی سے سر دھوئیں بال لمبے اور اچھے ہوتے ہیں، دھو تو لیتیں، مگر اباجان کے سامنے جانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کو بُو آجائے گی۔

ٹہلنے کی عادت تھی اور یہ عادت آپ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آئی تھی۔ گھنٹوں ٹہلتے ہوئے پڑھنا اور لکھنا۔ کمرے کے اندر ہی اتنا ٹہل لیتے تھے کہ اگر ناپا جاتا تو کئی میل بن جاتا۔ عموماً ٹہلتے ٹہلتے سردیوں میں گرم جرابوں کی ایڑھیاں گھس جاتیں اور رفو کرنی پڑتیں، دوسرے دن پھر اُن کا وہی حشر ہوتا۔

زمیندارہ سے دلچسپی خاندانی چیز تھی۔ سب پیشوں میں سے آپ کو یہی پسند تھا اور اکثر اس کا اظہار فرماتے تھے کہ میری خواہش ہے میرے بچے دین کی خدمت کریں اور ساتھ زمیندارہ کریں، آزاد پیشہ ہے۔ اس کے ساتھ خدمت دین کی طرف پوری توجہ دے سکتا ہے۔

# ذاتی زندگی

حضورؓ کی طبیعت نہایت نفیس اور صفائی پسند تھی۔ ممکن ہے جنہوں نے حضور کو قریب سے دیکھا ہو آپ کے کمرہ کا حشر دیکھ کر آپ کو صفائی پسند تسلیم نہ کرتے ہوں۔ سادے، صاف ستھرے کپڑے پہنتے۔ صابن ہمیشہ اچھی قسم کا استعمال فرماتے تھے۔ اپنی ذات پر کبھی زیادہ خرچ نہ کیا لیکن کہا کرتے تھے کہ عام بنے ہوئے صابن میں سے مجھے بُو آتی ہے۔ بہترین کمپنی کا بنا ہوا اعلیٰ ترین صابن ہمیشہ استعمال میں رہا۔ خوشبو بہت پسند تھی، لیکن بہت نفیس قسم کی۔ اِسی پسند کی وجہ سے خود بھی خوشبو طیار کرنے لگ گئے تھے۔ بہت کم بازاری بنا ہوا عطر پسند آتا تھا۔ حس اتنی تیز تھی کہ تیز خوشبو کوئی ملاقاتی لگا کر آجاتا تو سر میں درد ہونے لگ جاتا تھا۔ ناک کے آگے رومال رکھ لیتے تھے کہ تکلیف اُس کی خوشبو سے نہ بڑھ جائے۔ تولیے ہمیشہ اچھی قسم کے خریدتے تھے۔ جسم کی کھال اتنی نازک اور ملائم تھی کہا کرتے تھے کہ معمولی تولیہ سے جسم پُوچھوں تو کھال چِھل جاتی ہے۔ یہ چاہتے تھے کہ کمرہ صاف رہے لیکن یہ برداشت نہ تھا کہ میرے رکھے ہوئے کاغذ اور کتب اِدھر اُدھر کر دی جائیں، اِس سے بہت گھبراتے تھے۔ کبھی صفائی کرتے ہوئے آپ کی کتب جگہ سے بے جگہ ہو جاتیں یا ضروری کاغذ نہ ملتا تو پریشان ہو جاتے۔

لباس سادہ تھا۔ کھدر تک کی قمیصیں پہنی ہیں۔ جنگ کے دنوں میں کپڑا نہ ملتا تھا تو کھدر کی قمیصیں سلوالی تھیں۔ پگڑی چونکہ دس گز کی ہوتی اس لئے کوشش ہوتی تھی کہ باریک ململ کی ہو ورنہ بوجھل ہو جاتی تھی جو سر پر رکھنی مشکل ہوتی تھی۔ لیکن لباس کی سجاوٹ کی طرف کوئی دھیان نہ تھا۔ کئی دفعہ لوگوں نے بھی دیکھا ہو گا باہر سے آئے ہیں سویٹر اُتار کر لٹکایا، اُترتے میں اُلٹا ہو گیا، جب دوبارہ پہننے لگے اُسی طرح اُلٹا پہن لیا۔ کبھی ٹوکا تو کہا اُلٹا پہن لیا سیدھا کیا فرق ہے۔ مجھے پتہ ہی نہیں لگتا سیدھا کِس طرف سے ہے اُلٹا کِس طرف سے۔

خوراک بہت سادہ تھی اور بہت کم، لیکن مذاق کھانے کا نہایت اعلیٰ تھا۔ معمولی سی معمولی چیزوں کو بھی چاہتے تھے محنت سے پکی ہوئی اور خوش ذائقہ ہوں۔ کھانا پکانے میں دلچسپی

رکھتے تھے۔ پہاڑوں پر جانا تو کبھی کبھی پکنک پر جاتے ہوئے کہنا لاؤ سامان مَیں سامنے پکواؤنگا۔ ایسی ترکیبیں بتاتی کہ بہت ہی مزیدار چیز طیار ہوتی۔ بعض کھانے اپنی خاص ترکیب سے پکوا کر ان کے نام رکھ دیئے تھے جو آج تک ہمارے گھر میں اُن ناموں سے رائج ہیں مثلاً غریب نواز[1]، گیسو دراز[2] وغیرہ۔

یاد داشت اتنی اعلیٰ تھی کہ ایک دفعہ کسی کو دیکھ کر بہت کم بھولتے تھے۔ سالہا سال کے بعد اُس شخص نے ملنا اور صرف اپنا نام یا گاؤں یا شہر کا نام بتا دینا تو آپ نے اس کے باپ دادا کا نام، اس کے گھر کے حالات کا تذکرہ کرنا اور وہ شخص حیران ہو جاتا روزانہ اتنے آدمیوں سے مل کر آپ کو کس طرح کسی ایک شخص کے حالات یاد رہ جاتے ہیں۔

ڈاک بڑی تیزی سے پڑھتے تھے۔ پاس بیٹھا ہوا شخص یہ خیال کرتا تھا کہ سرسری دیکھ رہے ہیں، لیکن نہیں۔ ایک نظر میں خط لکھنے والے کا نام اور اس کے خط کا مضمون ایسا ذہن نشین ہوتا تھا کہ اسی سلسلہ میں اگر اس شخص کا کوئی اور خط آجاتا تو دفتر کو ہدایت ہوتی حوالہ کے لئے پہلا خط نکالو۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ دفتر والوں کو خط نہیں ملا اور کہا کہ حضور ہمیں تو ایسے خط کا آنا یاد نہیں۔ آپ نے کہنا ہرگز نہیں میرا حافظہ غلط نہیں کہتا خط ضرور آیا ہے تلاش کرو۔ کئی دفعہ کئی کئی دن خط تلاش کرنے میں لگ جاتے اور آخر مل جاتا اور بات وہی ٹھیک نکلتی جو حضور نے فرمائی تھی۔

ایک دفعہ کوئی چیز کہیں رکھ دیتے جگہ یاد رہتی۔ قادیان میں لائبریری اپنے رہائشی کمروں کی پشت پر تھی کسی کتاب کی ضرورت پڑتی مجھے فرماتے فُلاں نمبر کی الماری میں فُلاں خانہ میں اتنی کتابیں چھوڑ کر فُلاں کتاب رکھی ہے۔ مَیں نے جانا کئی دفعہ ایسا سرسری دیکھنا کہ کتاب نہ ملنی۔ واپس آکر کہہ دینا کہ کتاب وہاں نہیں ہے۔ کہتے دوبارہ جاؤ کتاب اُسی جگہ ملے گی۔ واپس

---

[1]: اُمّی نے کئی مرتبہ بتایا کہ "غریب نواز" ٹماٹر گوشت کا نام تھا اور یہ کھانا ہمارے گھروں میں کافی پکا کرتا تھا۔ (مرتب)

[2]: خاکسار نے "گیسو دراز" کے بارہ میں والدہ مکرمہ امۃ المتین صاحبہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ڈلہوزی میں حضور اکثر چھلیوں کو ابلوا لیتے تھے، پھر دانوں کو مکھن میں تلوایا / بھنوایا کرتے تھے۔ اس کھانے کو "گیسو دراز" کا نام دیا ہوا تھا۔ مکئی کی چھلی کے لمبے بال ہوتے ہیں اور غالباً یہی اس کھانے کی وجہ تسمیہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مرتب)

جا کر غور سے دیکھنا تو کتاب عین اُسی جگہ پڑی ہوتی تھی۔

ایک لمبا عرصہ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ شادی ہوتے ہی گھر کے کاموں کے علاوہ حضورؓ نے اپنے علمی کاموں کے کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی خدمت لینی شروع کر دی۔ تفسیر کبیر کی جب پہلی جلد شائع ہوئی یعنی سورۃ یونس سے بنی اسرائیل تک تو جہاں تک مجھے یاد ہے شروع کی تمام سورتوں کا حضورؓ نے درس دیا تھا۔ وہ نوٹ مکرمی مولوی نور الحق صاحب اور مکرمی مولوی یعقوب صاحب مرحوم صاف کر کے حضور کے سامنے پیش کرتے۔ حضور ان کو پڑھتے، اصلاح فرماتے۔ کہیں تسلی نہ ہوتی تو اصل کتاب نکلوا کر حوالہ بھی دیکھتے، یا لغوی تحقیق کرنی ہوتی تو لغت سے الفاظ نکلواتے۔ دن کو تو جب کام کرتے تو مولوی نورالحق صاحب اور مکرمی یعقوب صاحب وغیرہ کو بلوا لیتے اور کام ہوتا رہتا۔ سورہ کہف اور بنی اسرائیل جہاں تک مجھے یاد ہے ساری خود لکھ کر دی تھی۔ بعض دفعہ صبح اذان ہو جاتی اور حضور لکھ رہے ہوتے تھے۔ لغت سے الفاظ کے معنے نکلوانے، بائبل سے حوالے نکالنے، کلید القرآن کے ذریعہ آیات نکلوانی یہ سب کچھ کرواتے رہتے۔

لیکن جب تفسیر صغیر کا ترجمہ لکھوایا ہے تو بہت سے سیپاروں کا ترجمہ آپ نے مجھے املاء کروایا۔ املاء کروا کے مولوی یعقوب صاحب کو صاف کرنے کے لئے دے دیتے تھے۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم　　　　بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　　　　وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

# احباب جماعت کا شکریہ اور درخواست دعا

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وصال پر ہزاروں احباب جماعت نے خود آکر مجھ سے تعزیت فرمائی اور ابھی تک آنے کا سلسلہ جاری ہے سینکڑوں تاریں اور خطوط اور ریزولیوشن وصول ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں احباب جماعت کے اس اظہار خلوص محبت اور ہمدردی پر سر بے اختیار خداوند عزوجل کے آستانہ پر جھک جاتا ہے اور دل بے اختیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود بھیجتا ہے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے احمدیہ جماعت کا بیج بویا جو آج ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور جن کے طفیل آج جماعت کو وہ اتحاد نصیب ہے کہ ہر احمدی ایک دوسرے کے لئے رشتہ داری کی محبت سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو آپ سب سے جو محبت تھی جو تعلق تھا اس کا اظہار ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں بلکہ آپ کی ساری زندگی میں آپ کے ہر فعل، ہر قول اور ہر حرکت سے ہوتا رہا ہے انہوں نے جماعت کو ہمیشہ ہی اپنی بیویوں اور بچوں پر مقدم رکھا جیسا کہ مارچ 1954ء میں جبکہ ایک دشمن نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا آپ نے احباب جماعت کو ایک پیغام الفضل کے ذریعہ دیا تھا اُس میں آپ نے لکھا تھا۔

"مَیں ہمیشہ آپ سے اپنی بیویوں اور بچوں سے زیادہ محبت کرتا رہا ہوں اور اسلام اور احمدیت کی خاطر اپنے ہر قریبی اور ہر عزیز کو قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہا ہوں۔ مَیں آپ

سے اور آپ کی آنے والی نسلوں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں کہ آپ بھی ہمیشہ اِسی طرح عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔" (الفضل 16 مارچ 1954ء صفحہ 2)

اسی صحبت کے فیض سے آج میرے دل کی بھی یہی حالت ہے کہ خود دل غم سے پھٹ رہا ہوتا ہے آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں مگر جب کوئی احمدی خاتون میرے پاس آکر رونے لگتی ہے تو مجھے اُس کا غم اپنے غم سے بڑھ کر محسوس ہوتا ہے اور اُس لمحہ میری آنکھیں خشک ہو جاتی ہیں۔ اور مَیں اسے تسلی دینے لگتی ہوں۔

چونکہ ابھی نہ اتنی فرصت ہے اور نہ دل میں طاقت کہ ہر بہن اور بھائی کے خط یا تار کا الگ الگ جواب دے سکوں اِس لئے الفضل کے ذریعہ سب احباب جماعت کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں اور اُن کو یقین دلاتی ہوں کہ انشاء اللہ العزیز وہ ہمیشہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رہیں گے اور ہمیشہ ہر دکھ درد میں وہ مجھے اپنا شریک پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

مَیں بھی اس مقدس تعلق کی بناء پر احباب جماعت کی خدمت میں درخواست کرتی ہوں کہ وہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی بقیہ زندگی اسلام، احمدیت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بہبودی میں صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میری زندگی کا ہر آنے والا لمحہ جماعت احمدیہ کی خدمت میں گزرے۔ آمین اللھم آمین۔ مَیں جلد کوشش کروں گی کہ احباب جماعت کے خطوط کے جواب فرداً فرداً دے سکوں۔

والسلام۔خاکسار

مریم صدیقہ

1965-11-17

(الفضل 19 نومبر 1965 صفحہ 1)

# کچھ باتیں کچھ یادیں

## حضرت سیدہ مریم صدیقہ کے بارہ میں

اُمّی یعنی حضرت سیدہ مریم صدیقہ کے وہ مضامین اور نوٹس جو آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں لکھے وہ آپ نے پڑھ لئے ہوں گے۔ اب کچھ تذکرہ اُمّی کا ہو جائے کہ کس طرح آپ نے اپنی زندگی کو حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت کے تحت گزارا۔ اس مضمون میں اُمّی کی سیرت کے چند ہی پہلوؤں کا جائزہ پیش کر سکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو اُمّی کی سیرت و سوانح پر ایک کتاب مرتب کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ امید ہے کہ اُمّی کو قریب سے دیکھنے والے اُمّی کے بارہ میں کچھ لکھ کر خاکسار کو بھجوا دیں گے۔

خاکسار

سید غلام احمد فرخ

# حضرت مصلح موعودؓ کے مسیحی نفس سے برکت پانے والی حضرت سیدہ مریم صدیقہ کی سیرت کے چند نمایاں پہلو

حضرت سیدہ مریم صدیقہ کی پیدائش 7 اکتوبر 1918ء کو پانی پت، انڈیا میں ہوئی۔ آپ کے والد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اس وقت سول ہسپتال میں متعین تھے۔ آپ کے ساتھ ایک جڑواں بہن پیدا ہوئی تھیں جن کا نام صدیقہ جبکہ آپ کا نام مریم رکھا گیا تھا۔ آپ کی پیدائش کے موقع پر آپ کی والدہ بہت بیمار ہو گئی تھیں۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ ایک بیٹی کو دوسری والدہ اور ایک بیٹی کو نانی پالیں گی۔ آپ اکثر بتایا کرتی تھیں کہ نانی اماں نے یہ کہہ کر صدیقہ کو گود لے لیا کہ مریم کی صحت تو اس قدر خراب ہے کہ شاید یہ چند دنوں کی ہی مہمان ہے۔ چنانچہ آپ کو آپ کی بڑی والدہ، یعنی حضرت سیدہ شوکت جہاں صاحبہ نے پالا تھا۔ آپ بچپن سے ہی اُنہیں اپنی حقیقی ماں سمجھا کرتی تھیں اور ان کو "اماں" جبکہ اپنی حقیقی والدہ کو "آپا" کہہ کر پکارا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر دیکھیں کہ آپ کی بہن صدیقہ ڈھائی ماہ کی عمر میں انتقال کر گئیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبی عمر عطا فرمائی۔ اس کے بعد سے صدیقہ بھی آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔ حضرت سیدہ شوکت جہاں صاحبہ حضرت اماں جانؓ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور ہر دو کا آپس میں بہت گہرے تعلق اور محبت کا رشتہ تھا۔

آپ کے بچپن میں آپ کے لئے آپ کے والد نے ایک دعائیہ نظم لکھی تھی جو "بخارِ دل" میں شامل ہے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ جب آپ نے قرآن کریم کا ناظرہ پڑھا تو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے لئے دعائیہ نظم لکھی تھی جو "کلام محمود" میں شامل ہے۔ آپ کی بعد کی زندگی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ہر دو بزرگوں نے جو دعائیں آپ کے لئے کیں وہ آپ کے حق میں قبول ہوئیں اور آپ کی زندگی ان دونوں نظموں میں کی گئی مناجات کی قبولیت کا نمونہ لگتی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی۔ کچھ عرصہ آپ نے قادیان میں بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ میٹرک غالباً آپ نے 1934ء میں کیا۔ اسکے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے انٹر میڈیٹ کے طالب علم کے طور پر رجسٹریشن کروائی۔ جو مارچ 1935ء میں ہوئی۔

1935ء کا سال آپ کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس وقت آپ کے والد، حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ، کی تقرری گوجرانوالہ کے سِول ہسپتال میں تھی۔ کالج کی تعلیم شروع تھی۔ آپ ڈاکٹر بننے کی خواہش مند تھیں۔ لیکن خدا کی تقدیر کچھ اور تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش پر حضرت اماں جانؓ آپ کا رشتہ لے کر گوجرانوالہ تشریف لے گئیں اور اپنے بھائی سے فرمایا "میاں میں تمہاری بیٹی مانگنے کے لئے آئی ہوں"۔ ایک مرتبہ میں نے اُمّی سے پوچھا تھا کہ آپ سے جب نانا جان نے رشتہ کے بارہ میں پوچھا تھا تو آپ نے کیا کہا تھا۔ آپ نے بتایا کہ میں خاموش رہی تھی۔ رشتہ کی منظوری کے بعد آپ کے نکاح کا اعلان حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے 30 ستمبر 1935ء کی صبح مسجد مبارک قادیان میں فرمایا۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی طرف آپ کے چھوٹے بھائی اور میرے دادا حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ نے "اپنی برادر زادی" کے رخصتانہ کی دعا میں شمولیت کے دعوت نامے جاری کئے۔ رخصتانہ 30 ستمبر 1935ء کی شام قادیان کے مکان "کنج عافیت" سے ہوا تھا۔ یہ مکان قادیان میں احمدیہ چوک کے بالکل قریب واقع ہے اور اِس وقت نظارت نشر و اشاعت کے زیر استعمال ہے۔ دسمبر 1920ء تک یہ مکان حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی ملکیت تھا اور آپ کو بہت عزیز تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے "جان اور ایک چیز سب سے عزیز" کا مطالبہ کیا تو آپ نے اس مکان کو جو آپ کو بہت عزیز تھا صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ہبہ کر دیا۔ اس مکان کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام منتقل کرنے کے بعد جب آپ گھر پہنچے تو آپ کو اپنی ایک اور "عزیز" چیز نظر آئی جو آپ کی اپنی پیاری بڑی بیٹی مریم صدیقہ تھی۔ آپ نے اس کو بھی خدا کے حضور پیش کر دیا۔ اس کے بارہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ خود تحریر فرماتے ہیں

کہ "21ء پر 14 سال گزر چکے۔ مسلسل 14 سال۔ بیم و رجا کے کہ آیا کچھ قبول بھی ہوتا ہے یا مونہہ پر واپس مار دیا جاتا ہے۔ لا پرواہ اور بے نیاز معشوقوں کا کیا پتہ۔ مرضی اور موج ہی تو ہے۔ جو چاہیں تو تنکے کو بھی پسند کرلیں نہ چاہیں تو سب کچھ ٹھکرادیں۔ بہر حال 1935ء میں خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ آخری نذر کو اُن کے ایجنٹ 30 ستمبر یوم دوشنبہ کو آکر میرے ہاں سے اٹھا کر لے گئے۔ میں نے سجدہ شکر کیا"

(خمخانہء عشق میں ایک رات۔ الفضل 3 نومبر 1936ء)

خاکسار کا خیال ہے کہ یہ کوئی اتفاق کی بات نہیں تھی کہ اُمّی کا رخصتانہ "کنج عافیت" سے ہوا۔ آپ اور "کنج عافیت" اکٹھے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کئے گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت "کنج عافیت" آپ نے صدر انجمن احمدیہ قادیان سے کرائے پر لیا ہوا تھا۔ اس سے اگلے سال یعنی 1936ء میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اپنی سروس سے ریٹائر ہو کر مستقل طور پر قادیان منتقل ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد آپ تا وفات اپنے مکان 'الصفّہ' میں رہے، جسے آپ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے 1913ء میں تعمیر کیا تھا۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے مضمون "خمخانہٴ عشق میں ایک رات" کو ضرور پڑھنا چاہئے تاکہ اُن کے اس روحانی تجربہ سے فیض اٹھایا جا سکے۔ ضمناً ذکر کردوں کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر ہم بہت سے عزیز "الصفّہ" کی سیر کرنے اور اس کے موجودہ مکینوں سے ملنے جاتے ہیں، اور وہ بھی ہم سب کی بہت خوشدلی سے مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور وہاں جا کر ایک سرور ملتا ہے، لیکن دل کی بات یہ کہ مجھے "کنج عافیت" کو دیکھنے سے زیادہ سرور ملتا ہے۔

حضورؓ کی طرف سے 2 اکتوبر 1935ء کو دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔

اُمّی نے 1936ء میں انٹرمیڈیٹ مکمل کیا۔ حضور کی خواہش پر آپ نے لجنہ کی خدمات اور حضور کے دینی کاموں میں حضور کا ساتھ دینا شروع کیا۔ 1938ء میں آپ کو نائبہ جنرل سیکرٹری کا کام سپرد کیا گیا۔ 1940ء میں آپ نے .B.A کیا۔ اس کے لئے آپ کو کچھ عرصہ

لاہور میں بھی رہنا پڑا۔1942ء میں آپ کو لجنہ کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔اس کے بعد 1947ء میں ہجرت کے موقع پر آپ کو حضور کی بہت خدمت کا موقع ملا۔آپ نے حضور کے ساتھ 30 اگست 1947ء کو لاہور ہجرت کی۔لاہور پہنچتے ہی آپ کو حضور نے مہاجرین کی خدمت کے کام پر مقرر فرمادیا۔اس کے بعد1948ء میں آپ نے عربی میں .M.A کیا۔اس کے بعد حضور کی اجازت اور خواہش کے مطابق عربی میں .Ph.D کی تیاری شروع کی۔لیکن حضور کی بیماری کی وجہ سے یہ کوشش چھوڑنا پڑی۔ہجرت کے بعد عملاً آپ حضور کی پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر کام کرتی رہیں۔1958ء میں آپ کو صدر لجنہ مقرر کیا گیا۔اس ذمہ داری کو آپ نے 1997ء تک، جب آپ بہت بیمار ہو گئی تھیں، نبھایا1965ء میں حضور کے وصال سے آپ کی زندگی یک دم اداسیوں کا شکار ہوگئی۔لیکن آپ نے نہایت صبر اور حوصلے سے اس وقت کو کاٹا۔اور اپنی زندگی کو خدمت اسلام اور خدمت انسانیت کے لئے وقف کئے رکھا۔آپ کی وفات 3 نومبر 1999ء کو ربوہ میں ہوئی اور اگلے دن مسجد مبارک ربوہ میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ کی چار دیواری کے اندر ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد دعا کروائی۔اگلے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب ادا کی۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شُد

آپ جماعت میں اپنے لقب "چھوٹی آپا" یا"اُم متین" کے نام سے بھی معروف ہیں۔

میری پیدائش 1967ء کی ہے۔مجھے بالکل بچپن سے ہی حضرت سیدہ مریم صدیقہ نے پالا ہے۔انکی زندگی کا ایک بڑا حصہ میری نظروں کے سامنے گزرا ہے۔ان کی بے انتہا محبت اور شفقت مجھ پر رہی ہیں اور سچ تو یہ کہ یہ سلسلہ اب بھی آپ کی دعاؤں کے طفیل جاری ہے۔آپ کی زندگی حضرت مصلح موعودؓ سے ایسے مکمل طور پر جُڑی ہوئی تھی کہ جس پر "ایک جان دو

قالب" کا محاورہ مکمل طور پر صادق آتا ہے۔ حضور کی وفات کے بعد ساری عمر آپ نے حضور کا ذکر ایسے جاری رکھا جیسے حضور زندہ ہیں اور جو تربیت حضور نے آپ کی فرمائی تھی اُسی کے مطابق آپ اپنی زندگی گزارتی رہیں۔

حضورؓ کی وفات کے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد، یعنی 14 نومبر 1965ء کو آپ نے ایک ڈائری میں مندرجہ ذیل دو شعر لکھے، جو شاید آپ کے ہی ہیں۔ یہ شعر آپ کی دلی کیفیت کی عکاسی کرتے ہیں:

چند ہی دن کی جدائی ہے یہ مانا لیکن
بدمزہ ہو گئے یہ دن بخدا تیرے بعد
یہ تمنّا ہے جدا ہو کے بھی خدمت میں رہوں
زندگی میری رہے وقف دعا تیرے بعد

اُمّی کا یہ طریق تھا کہ گھر میں حضورؓ کا ذکر مستقل طور پر کرتی تھیں اور زیادہ تر یہ ذکر حضورؓ کے روز و شب کا ہوتا تھا۔ مثلاً حضورؓ کو کیا کھانے یا پھل پسند تھے۔ جیسے حضورؓ کو آم بہت پسند تھے۔ حضورؓ نے آموں کے بارہ میں بہت تحقیق کی ہوئی تھی اور سندھ میں اپنے باغ بھی لگوائے تھے۔ اگر گھر میں کسی کو آم پسند نہ ہوتے تو اُمّی یہ کہہ کر آم کھانے کے لئے کہتیں کہ تمہارے ابا حضور یا حضرت صاحب کو بہت پسند تھے اس لئے کھاؤ۔ اسی طرح رمضان میں اگر کسی کا روزہ نہ ہوتا تو یہی ہدایت کرتیں کہ تمہارے ابا حضور یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ رمضان میں کھلے عام کھانا کھایا جائے۔ اگر کوئی بیمار بھی ہے تو بھی اُس کو احتیاط کرنی چاہئے۔ اسی طرح کھانا کھاتے ہوئے یہ ہدایت ہوتی کہ جو کھانا پلیٹ میں ڈالا ہے اسے ختم کرو۔ کئی مرتبہ کھانے کی میز پر اس بات کا ذکر ہوا کہ حضرت مصلح موعود کی اولاد مختلف ماؤں کے گھروں میں پلی ہے لیکن سب کی یہ خوبی ہے کہ پلیٹوں میں کھانا نہیں چھوڑتے اور یہ بات حضورؓ کی تربیت کا نتیجہ تھی۔

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں، میڈا دین وی توں میڈا ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں میڈا روح وی توں، میڈا قلب وی توں جند جان وی توں

عام طور پر حضورؓ کی حس مزاح یعنی sense of humor کا ذکر بہت کم ملتا ہے۔ لیکن اُمّی بہت سارے ایسے واقعات کا ذکر کیا کرتی تھیں۔ مثلاً اُمّی نے کئی مرتبہ یہ بتایا کہ ایک دفعہ اُن کا اور حضور کا کھانا پکانے کا مقابلہ ہوا۔ کھانا تیار ہونے پر امی نے حضور کو کہا کہ میری sauce آپ کی sauce سے زیادہ اچھی ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ واقعی تمہاری ساس (یعنی حضرت اماں جان) میری ساس سے زیادہ اچھی ہیں۔ اسی طرح بہت سے گھریلو واقعات امی ہمیں ابا حضور کے سناتی رہتی تھیں۔ اسی طرح اُمّی نے بتایا کہ ایک مرتبہ اُن کا اور حضور کا دال پکانے کا مقابلہ ہو گیا۔ اُمّی نے عام روایتی طریق سے دال پکائی لیکن حضور نے مرغی کی یخنی میں دال پکائی جو ظاہر ہے بہت مزیدار تھی۔ جب کہا گیا کہ اس طرح تو ہم بھی بنا سکتے تھے، تو حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا تو پھر بنا لینی تھی۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضور کے ذکر کو مستقل جاری رکھنے کے دو مقاصد تھے۔ ایک تو یہ کہ ہمارے دلوں میں حضرت مصلح موعود کی محبت بیٹھ جائے اور دوسرا اس طرح آپ خود بھی حضور کی یاد کو تازہ رکھے ہوئے تھیں۔ آپ نے بہت صبر اور شکر سے وہ جدائی کے ایام (جو تقریباً چونتیس سال کا عرصہ بنتا ہے) گزارے۔ میرے سامنے صرف ایک دو موقعوں پر ہی اُمّی نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ ایک موقع تو وہ تھا جب میری شادی پر فیملی کی تصاویر اُتاری جا رہی تھیں۔ اس موقع پر کہا کہ جس کے ساتھ تصویر کھنچوانی چاہئے تھی، اس کے ساتھ تو کھنچی نہیں۔ ایک اور موقع پر مَیں آپ کے دو خط آپ کے پاس لایا جو قادیان سے ملے تھے اور حضرت مصلح موعود کے نام تھے۔ ان کا ذکر کرنا تھا کہ آپ کی حالت بالکل غیر ہو گئی۔ آپ بستر پر لیٹی ہوئی تھیں۔ آپ نے چادر بڑی مضبوطی سے اپنے چہرے پر لے لی۔ میری بار بار کی منّتوں کے باوجود آپ نے میری بات کا جواب نہ دیا اور مجبوراً مجھے کمرے سے باہر جانا پڑا۔

میڈا کعبہ، قبلہ، مسجد، منبر، مُصحف تے قرآن وی توں
میڈے فرض، فریضے، حج، زکوٰتاں، صوم، صلاۃ، اذان وی توں

میڈا ذکر وی توں، میڈا فکر وی توں، میڈا ذوق وی توں، وجدان وی توں

میڈا سانول، مٹھڑا، شام، سلونا، من، موہن، جانان وی توں

1991ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت بھی اُمّی کی زندگی میں ایک نہایت جذباتی موقع تھا۔ ہجرت کے بعد آپ پہلی دفعہ قادیان گئی تھیں۔ آپ نے مجھے بتایا کہ دارالمسیح میں کئی مرتبہ ایسا لگتا تھا کہ اِن (حضرت مصلح موعودؓ) کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے اور یہ احساس ہوتا تھا کہ میں پیچھے مڑ کر دیکھوں گی تو آپ آرہے ہوں گے۔ ہجرت سے قبل دارالمسیح کا ایک حصہ آپ کا گھر تھا اور آپ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ اُس میں رہائش پذیر تھیں۔

1992ء میں آپ دوبارہ قادیان گئیں اور اُس جلسہ میں مجھے بھی شامل ہونے کا موقع ملا۔ مجھے دارالمسیح کی سیر کروائی اور خصوصاً اُن جگہوں کی جو اُمّی کا گھر تھا یا جو حضور کا دفتر تھا یا حضرت اماں جان کا مکان تھا۔ اُس وقت بھی یہی لگتا تھا کہ آپ اُسی زمانے میں واپس چلی گئی ہیں۔

گھریلو زندگی کے علاوہ آپ حضور کی دینی خدمات اور علمی کاموں کا بھی ذکر کرتی تھیں۔ حضور کے علم و فہمِ قرآن اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات اور الہامات کے حوالہ سے بھی ذکر کرتیں۔ جن میں سر فہرست "پیشگوئی فضل عمر" کا ذکر ہوتا تھا۔ آپ اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان پیشگوئی کے طور پر پیش فرماتی تھیں اور اس کے پورا ہونے اور اسکے دور رس ثمرات سے آگاہ کرتی رہتیں۔ اِس پیشگوئی میں اسلام احمدیت کے غلبہ، نظامِ خلافت کے قیام اور اسکے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد بالخصوص حضرت مصلح موعودؓ کے عظیم الشان خادمِ دین ہونے اور عظیم الشان صفات والا انسان ہونے کے بارہ میں پیش خبریاں ہیں۔

میڈا مرشد، ہادی، پیر طریقت، شیخ حقائق دان وی توں

میڈی آس، امید، تے کھٹیا وٹیا، تکیہ، مان، تران، وی توں

اسی حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "کلیسیا کی طاقت کا نسخہ" کا

بھی ذکر فرماتی تھیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس الہام پر بہت غور و فکر فرمایا ہوا ہے۔ اور اس الہام کی روشنی میں Catholic Church کے نظام کا بڑی گہرائی سے مطالعہ فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس الہام میں جماعت کے نظام کی مضبوطی کے لئے رہنمائی فرمائی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے اس الہام سے روشنی پا کر جماعت میں مختلف نظام قائم فرمائے ہیں، جن میں انتخاب خلافت کے قواعد، مشاورت کا نظام اور انتظامی امور سے متعلق نظام شامل ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ حضور کی وفات کے بعد بھی آپ نے اپنی زندگی حضور کی منشاء کے مطابق ہی گزارنے کی کوشش کی۔ حضور کی یاد آپ کی زندگی کا ایک اہم حصہ تھی۔ ہر خوشی اور غمی کے موقع پر حضور آپ کو یاد رہتے تھے 1978ء میں پہلی مرتبہ ہمارے گھر میں ائیر کنڈیشنر لگا۔ اُس وقت باجی علیم (مکرمہ امۃ العلیم صاحبہ اہلیہ مکرم نواب منصور احمد خان صاحب) اُمّی کے پاس تھیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ سب بہت خوش تھے کہ مئی کی گرمی میں کمرہ بالکل ٹھنڈا ہو چکا ہے لیکن اُمّی کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس خوشی کے موقع پر آپ کا دل اپنے محمود کو جس شدت سے یاد کر رہا تھا اسکا اظہار اُن بہتے ہوئے آنسوؤں کی صورت میں بے اختیار آپ سے ہو رہا تھا۔ یہ گھر کی ایک محفل تھی، کسی قسم کا دکھاوا اس میں شامل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا "جن کی جوتیوں کے طفیل آج ہم یہ فیض اٹھا رہے ہیں وہ آج ہم میں نہیں"۔

میڈا ادھرم وی توں، میڈا ابھرم وی توں، میڈی شرم وی توں، میڈی شان وی توں
میڈا دُکھ، سُکھ، روون، کھلن وی توں میڈا درد وی توں، درمان وی توں

"یادِ محمود" کے حوالے سے ایک اور بات قابل ذکر ہے۔ ویسے تو تمام جماعتی تقریبات ہم سب احمدیوں کے لئے خوشی کے مواقع ہوتے ہیں، لیکن یوم مصلح موعود پر اُمّی کی خوشی دیدنی ہوتی تھی۔ عموماً آپ اُس دن سبز رنگ کا جوڑا پہنتیں اور چہرہ خوشی سے دمک رہا ہوتا تھا۔ بالعموم اُس دن صبح کے وقت لجنہ اماء اللہ ربوہ کے تحت جلسہ یوم مصلح موعود کا اہتمام ہوتا

تھا۔ اُس میں باقاعدگی سے شامل ہوتیں اور صدارت کرتیں۔ کچھ نہ کچھ تقریر بھی آپ اُس موقع پر ضرور کرتی تھیں۔ عام طور پر بھی آپ کی نصائح میں حضرت مصلح موعودؓ کی نصائح یا کوششوں کا ذکر ہوتا تھا۔ آپ کے خطابات اور مضامین کا مجموعہ جو "خطاباتِ مریم" کے نام سے لجنہ اماء اللہ پاکستان نے شائع کیا ہے ان میں ان خطابات کا خلاصہ کسی حد تک موجود ہے۔

سفر میں ساتھ گزارا ہوا وقت بھی بالعموم انسانوں کو یاد رہتا ہے۔ اُمّی نے ابا حضور کے ساتھ بہت سے سفر کئے اور پھر جب مجھے کبھی اُنہیں جگہوں پر لے کر گئیں تو ابا حضور کی یاد تازہ ہو گئی اور بے اختیار حضور کا ذکر ہوا۔ مثلاً "جابہ" کا ذکر ہوتا، گو "جابہ" تو مجھے نہیں لے کر گئیں، لیکن قریب ہی ایک جگہ "پپیل" ہے جس کے گیسٹ ہاؤس میں حضور رُکے تھے۔ وہاں اُسی گیسٹ ہاؤس میں لے کر گئیں اور اس کمرے میں جس میں حضور ٹھہرے تھے اُس میں آرام کیا اور ساتھ ہی حضور کو یاد بھی 1985ء میں آپ اپنی اراضیات کے دورہ پر سندھ تشریف لے گئیں۔ یہ اراضیات آپ کو حضور سے وراثت میں ملی تھیں۔ اور حضور کی وفات کے بعد آپ پہلی مرتبہ وہاں تشریف لے گئی تھیں۔ آپ کی زمین کا زیادہ حصہ محمود آباد میں ہے۔ وہاں ہی قیام رہا۔ حضور کے سندھ کے دوروں کے بارہ میں بتاتی تھیں کہ کن مشکل حالات میں اور کتنی محنت سے حضور نے یہ اراضیات تیار کی ہیں تا کہ اُن کی اولاد خدمتِ دین میں مشغول رہے اور دنیاوی جھمیلوں میں کم سے کم پڑے۔ اس بات کا بھی ذکر ہوا کہ شروع میں حضور سندھ میں خیمہ میں سوتے تھے۔ ایک مرتبہ آنکھ کھلی تو ایک سانپ خیمہ کی چھت سے لٹک رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور حضور نے بڑی بہادری اور ذہانت سے اُس کو پکڑا یا مارا۔ 1985ء کے اس سفر میں سندھ کے کئی فارمز پر جانے کا موقع ملا تھا، اور اس سفر میں حضور کے مختلف واقعات اور افرادِ خاندان کے درمیان لطائف کا ذکر ہوتا رہا۔ گویا آپ ایک لمبے عرصہ کے بعد اُنہی سفروں کو یاد کر کے re-live کر رہی تھیں اور ہمیں اُن سے جوڑ رہی تھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ بالعموم اپنے سفر سندھ کے لئے ناصر آباد کو ہیڈ کوارٹر بناتے

تھے۔1985ء کے سندھ کے سفر میں ہم ناصر آباد بھی گئے تھے۔جب ہم ناصر آباد کی کوٹھی والے حصہ میں پچھلے صحن سے داخل ہوئے ہیں تو اُس وقت اُمّی کے چہرے پر خوشی دیدنی تھی۔داخل ہوتے ہی بتایا کہ "چمن" اِس جگہ تھا۔"چمن" ایک گھریلو باغیچہ تھا جس میں پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ضمناً عرض کردوں کہ ناصر آباد کی اراضیات میں اُمّی کا کوئی حصہ نہیں تھا۔وہاں صرف "محمود اور اُس کے چمن" کی خوشی تھی۔

میڈا خوشیاں دا اسباب وی توں، میڈے سولاں داسامان وی توں
میڈا حُسن تے بھاگ سُہاگ وی توں، میڈا بخت تے نام نشان وی توں
میڈا دیکھن، بھالن، جاچن جوچن، سمجھن جان سُنجان وی توں

جیسا کہ اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ 1955ء میں اپنے علاج کی غرض سے یورپ تشریف لے گئے تھے۔وہاں حضور کا زیادہ علاج تو سوئٹزر لینڈ کے شہر زیورخ میں ہوا تھا۔حضور کے معالج کا نام پروفیسر رُوسو (Russo) تھا۔وہاں حضور نے ایک فلیٹ کرایہ پر لیا تھا جس کا ایڈریس Begonuin Strasse 2 تھا۔حضور تقریباً ایک ماہ اُس میں رہے تھے۔آپ جب 1983ء میں یورپ تشریف لے گئیں تو مجھے خاص طور پر اس فلیٹ کو دکھانے کے لئے لے کر گئیں۔اسی طرح ایک پارک میں حضور شام کو سیر کے لئے تشریف لیجاتے تھے وہاں بھی لے کر گئیں۔1983ء کے سفر میں لندن میں آپ کا قیام 16 Gressenhall Road پر واقع مسجد فضل لندن کے رہائشی حصہ میں تھا (یہ اب قصرِ خلافت ہے۔(1955ء میں یہ عمارت نہ تھی بلکہ اُس وقت مسجد کا داخلہ Melrose Place کی طرف سے تھا۔اس کے بالکل سامنے ٹینس کورٹس تھے اور اب بھی ہیں۔اُمّی بتاتی تھیں کہ تمہارے ابا حضور کے بستر سے یہ ٹینس کورٹس نظر آتے تھے اور کمرے میں بیٹھے بیٹھے کچھ تفریح ہو جاتی تھی۔حضور چونکہ بیمار تھے اور جلد آرام کے لئے لیٹ جاتے تھے اور گرمیوں کے لمبے دنوں کی وجہ لوگ اُس وقت تک ٹینس کھیلتے نظر آتے تھے۔

حضور نے آپ سے اس لئے شادی کی تھی کہ حضور کو ایک ایسا ساتھی چاہئے تھا جو خواتین کی تعلیم وتربیت میں حضور کا ہاتھ بٹا سکے۔ شروع سے ہی حضور نے آپ کی اسی مقصد سے تربیت فرمائی۔ آپ کی ذات پر حضور کا ایک رنگ چڑھا ہوا تھا۔ آپ کو جاننے والے جانتے ہیں کہ حضور کے بعض خواص آپ میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے بے مثال تڑپ اور کوشش ہے۔ آپ نے حضور کی زندگی میں بھی اور حضور کی وفات کے بعد بھی مسلسل احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے کوششیں جاری رکھیں۔ ان میں دینی تعلیم جو لجنہ اماءاللہ کے تحت دی جاتی ہے، بھی شامل ہے اور دنیاوی تعلیم بھی۔ دنیاوی تعلیم سکولوں اور کالجوں کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ اس میں بھی آپ کی نمایاں خدمات ہیں۔ آپ اپنی تمام خدمات کو حضور کی طرف ہی منسوب کرتی تھیں۔ متعدد مرتبہ مجھے بتایا کہ جب ربوہ میں جامعہ نصرت کھولا گیا تو اُس وقت آپ کو حضور نے کالج کی Directress مقرر فرمایا۔ اس کام کے لئے آپ کو حضور کی مسلسل رہنمائی حاصل رہتی تھی۔ جب کوئی بجٹ کا مسئلہ ہوتا تو حضور آپ کو بتاتے کہ اس طرح نظارت تعلیم کو اپنی ضروریات کے لئے لکھو۔ جب وہاں سے کوئی جواب آتا تو اُس کا جواب بھی حضور کی رہنمائی سے تیار کرتی تھیں۔ نیز ایک لمبا عرصہ تک آپ کالج میں عربی پڑھاتی بھی رہی ہیں۔ اس سے حضور کی تعلیم نسواں کے بارہ میں لگن اور خواتین کے حقوق دلوائے جانے کے بارہ میں کوششوں اور تڑپ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ حضور کا یہ طریق مجلس شوریٰ میں خواتین کی نمائندگی کے سلسلہ میں بھی ملتا ہے۔

میرا مشاہدہ ہے کہ احمدی خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے اُمّی نے اپنے وجود کو مکمل طور پر وقف کر دیا ہوا تھا۔ یہ آپ کی ایسی خصوصیت ہے جو حضور کی خصوصی تربیت کا نتیجہ تھی۔ عام گھریلو زندگی میں اپنی اولاد پر ہمیشہ دینی کاموں اور احمدی خواتین کی خدمت کو آپ نے ترجیح دی۔ عموماً والدین اپنے بچوں کے امتحانات کے دوران کہیں نہیں جاتے کیونکہ یہ اُن بچوں کو حق ہوتا ہے کہ وہ سکون سے امتحانات میں بیٹھ سکیں۔ لیکن میرے اپنے انٹرمیڈیٹ کے

بورڈ کے امتحانات تھے اور آپ مجھے چھوڑ کر لجنہ کے دورہ پر تشریف لے گئیں۔ اُن دنوں میں مَیں گھر میں اکیلا ہی رہا اور انٹر میڈیٹ کے امتحانات میں شامل ہوتا رہا۔ اسی طرح عملاً ہر موقع پر آپ نے دینی خدمات اور بالخصوص احمدی خواتین کی خدمت کو اپنی ذاتی مصروفیات پر ترجیح دی۔

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد پہلے جلسہ سالانہ میں آپ خود بوجوہ شریک نہ ہو سکی تھیں۔ لیکن آپ نے ایک تقریر ریکارڈ کی جو 21 دسمبر 1965ء کو جلسہ سالانہ مستورات کے دوسرے اجلاس میں سُنائی گئی۔ اس تقریر کے کچھ اقتباسات ذیل میں پیش ہیں:-

"حضرت مصلح موعود کے وصال کے بعد یہ پہلا جلسہ سالانہ ہو رہا ہے۔ مشتاقِ دیدار نظریں جو سارا سال اس انتظار میں گزارتی تھیں کہ جلسہ پر جائیں گی۔ تو اپنے آقا کا دیدار کریں گی اور ہمارے جانے کا پھل ہمیں مل جائے گا۔ آج چاروں طرف دیکھتی ہیں اور اُس پاک وجود کو نہیں پاتیں۔ یہ غم ایسا غم ہے جو بھلایا نہیں جاسکتا۔ وہ پاک وجود وہ قدرت رحمت اور قربت کا نشان۔ وہ فضل واحسان کی کلید وہ حسن واحسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر۔ وہ جس کے سر پر خدا کا سایہ تھا۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَآءِ۔ وہ اسیروں کا رستگارہاں وہ فضل عمر جس کے ذریعہ ہم نے زندہ خدا کو دیکھا اور اس کے نشانات کا مظاہرہ کیا بے شک ہم میں آج موجود نہیں۔ لیکن اس کی برکات آج بھی زندہ ہیں اس کا لگایا ہوا پودا آج تناور درخت بن چکا ہے۔

میری بہنو! اس پاک وجود کے احسانات تو بے شمار ہیں۔ لیکن طبقۂ نسواں نے بے حساب آپ کی برکتوں اور آپ کی نوازشوں سے حصہ پایا ہے۔ آپ کی خلافت کا ایک ایک لمحہ اس کوشش میں گزرا ہے کہ عورتوں کی اصلاح ہو جائے۔ عورتیں ترقی کر جائیں۔ احمدی عورتیں دنیا کی کسی قوم کی عورتوں سے پیچھے نہ رہیں۔ بلکہ دنیا کی دوسری عورتوں کی راہ نما بنیں۔ آپ نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی۔ عورتوں کے حقوق دلوانے کے لئے ساری دنیا سے سینہ سپر ہوئے۔ ان کی تربیت کی طرف توجہ فرمائی۔ اس کی تنظیم فرمائی جس کے نتیجہ میں

آج لجنہ اماء اللہ کا قیام سارے پاکستان میں ہو چکا ہے۔ بلکہ پاکستان سے باہر بھی دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں لجنات قائم ہیں۔ عورتیں اور بچیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکی ہیں۔ جماعت میں اچھی تقریر کرنے اور اچھا لکھنے والی پیدا ہو چکی ہیں۔ عورتوں کے کئی مدارس اعلیٰ پیمانہ پر چل رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا تھا کہ اگر پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح ہو جائے تو احمدیت کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے رات اور دن آپ کو ایک تڑپ تھی ایک لگن تھی ایک آگ لگی ہوئی تھی کہ عورتیں دینی دنیاوی روحانی ہر لحاظ سے ترقی کریں تا ان کے گھروں سے پروان چڑھنے والی نسل احمدیت کی جاں نثار اور اسلام کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کرنے والی ہو۔ اور یہ ہے بھی حقیقت کہ جب تک عورت خود تعلیمِ دین سے واقف نہ ہوگی خود احمدیت کی جانثار اور فدائی نہ ہوگی وہ اپنی اولاد کو دیندار نہیں بنا سکتی اور اُن کے دل میں قربانی کا جذبہ پیدا نہیں کر سکتی۔

اللہ تعالیٰ کا آپ پر کتنا بھاری احسان اور فضل ہے کہ اس اسلام کی آئندہ ترقی کو ہم ناقص العقل عورتوں کی ترقی کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ اور حضرت فضل عمر کا ہم پر کتنا احسان ہے کہ آپ نے دن اور رات ہماری بہبود میں خرچ کئے تا جلد سے جلد جماعت ترقی کرے تا جلد سے جلد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت تمام دنیا میں قائم ہو جائے۔ اے اللہ تو وہ دن جلد سے جلد لے آتا ہم آنکھوں سے اسلام کو تمام ادیان پر غالب دیکھ سکیں۔ آمین ثم آمین"

(مصباح مئی 1966ء صفحہ 10 تا 11)

جیسا کہ مَیں نے لکھا ہے کہ آپ نے ہمیشہ دینی کاموں اور احمدی خواتین کی خدمت کو اپنی اولاد پر ترجیح دی ہے۔ ان سے بہت محبت کی ہے۔ میرا یہ مشاہدہ کوئی فرضی بات نہیں ہے بلکہ آپ کی ساری زندگی اس کی گواہ ہے، اور کبھی کبھی آپ خود بھی اس بات کا اظہار کرتی تھیں۔ مثلاً جب آپ کے گُھٹنے کا آپریشن ہوا تو آپ نے مجھے فون پر کہا کہ یہی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ

اس آپریشن کے بعد بھی دین اور انسانیت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اس وقت آپ کی عمر 73 سال تھی۔ یہ تو آپ نے مجھ سے پرائیویٹ طور پر ذکر کیا۔ 1965ء کے جلسہ سالانہ کی تقریر میں آپ فرماتی ہیں:

"آخر میں اپنی تمام بہنوں کا جنہوں نے میرے غم میں میرے ساتھ ہمدردی اور محبت کا سلوک کیا مجھے خود آکر ملیں، خط لکھے تہِ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میرا دل سب کی محبت سے پُر ہے اور مَیں آپ سب کے لئے دعا کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مجھے آپ سب اپنی اولاد اور اپنے سب عزیزوں سے زیادہ پیاری ہیں۔ آپ کی خوشی میری خوشی ہے۔ اور آپ کا دُکھ میرا دُکھ۔ یہ سبق بھی حضرت مصلح موعود کی صحبت نے ہی سکھایا ہے۔ آپ کو جماعت اپنی بیویوں اور بچوں اور عزیزوں سے بہت زیادہ پیاری تھی۔ آپ کسی احمدی کا غم نہ دیکھ سکتے تھے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر آپ کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے۔ اسی مقدس تعلق کی وجہ سے آپ سے بھی درخواست کرتی ہوں کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بے حساب بخش دے اور میری بقیہ زندگی اسلام کی خدمت اور بنی نوع انسان کی خدمت میں بسر ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو۔ اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آئے اُس کی رحمت اور مغفرت مجھے ڈھانپ لے" (مصباح مئی 1966ء صفحہ 15)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ازواج کو احمدی خواتین کی تعلیمی اور تربیتی خدمت کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) سوانح فضل عمر میں تحریر فرماتے ہیں: "حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ازواج کا ایک تنظیم کی لڑی میں منسلک ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے تابع ہو کر سالہا سال تک اس طرح خدمتِ دین بجالانا کہ تنظیمی ڈھانچہ میں ایک ادنیٰ سا رخنہ بھی نہ پڑا ہو اور اس نازک رشتہ کے باوجود تعاون کے شیشہ پر بال برابر بھی آنچ نہ آئی ہو یہ ایسی بات ہے جو ان مبارک خواتین کی عظمت کردار سے بڑھ کر اس عظیم شوہر کی عظمت کردار کا پتہ دیتی ہے جو نظم و نسق قائم رکھنے کی حیرت انگیز صلاحیتیں رکھتا تھا۔ آپ

ایک ایسے عظیم الشان مربّی تھے کہ بسا اوقات ایک لفظ زبان سے کہے بغیر آپ کی شخصیت سے تربیت کا از خود ہونے والا ترشّح گردوپیش کو ریڈیائی لہروں کی طرح اپنی ذات کے ساتھ ہم آہنگ کر لیتا تھا اور ماحول کی ہر چیز خود بخود ٹھیک ٹھاک اپنے مقام پر بیٹھ جاتی تھی۔ اور اپنے دائرہ کار سے تجاوز نہ کرتی تھی۔۔۔۔

بہر کیف حضرت خلیفۃ المسیح کو اس امر کی حاجت نہ تھی کہ اپنی ازواج کو بار بار تعاون کی تلقین کریں۔ دینی کاموں میں اختلاف اور جھگڑوں سے منع کریں یا آئے دن اُن کے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو سلجھانے میں اپنا قیمتی وقت صرف کریں۔ نہیں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا اپنی والدہ کی وفات تک ایک مرتبہ بھی ایسا واقعہ نہ دیکھا نہ سُنا کہ ہماری بڑی والدہ حضرت اُمّ ناصرؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی ہو کہ مریم نے فلاں دینی معاملہ میں میرے ساتھ تعاون نہیں کیا یا اس کے برعکس کبھی میری والدہ نے کوئی شکوہ اس نوعیّت کا حضور کی خدمت میں پیش کیا ہو کہ لجنہ اماء اللہ کے معاملات میں حضرت سیّدہ اُمّ ناصرؓ نے میرے ساتھ یہ غیر مشفقانہ سلوک کیا ہے۔ سالہا سال تک لجنہ اماء اللہ کی مجلس عاملہ کے اجلاس ہمارے گھر میں منعقد ہوتے رہے۔ کبھی ایک مرتبہ بھی مَیں نے کوئی تکرار نہیں سُنی کوئی خلافِ ادب بات نہیں دیکھی۔ گویا رشتوں کی طبعی رقابت کو اس مقدّس دائرے میں قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی جیسے کسی عامل نے اپنی جادو کی چھڑی سے ان اجلاسات کے ماحول میں ایک دائرہ سا کھینچ دیا ہو کہ یہ رقابت اس دائرہ کے اندر قدم رکھنے کی قدرت نہ پائے۔

یہ مزاج شناس بیویاں اپنے خاوند کے مزاج پر نظر رکھتی تھیں اور اُن کے دل اُس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر دھڑکتے تھے"

(سوانح فضلِ عمر جلد اوّل-دوم صفحہ 361 تا362)

مندرجہ بالا اقتباس ایک زبردست اور لمبے مشاہدہ کے بعد حضرت مرزا طاہر احمد صاحب

نے تحریر فرمایا تھا۔ لیکن بالکل ایسی بات خود اُمّی نے 1992ء میں بطور آپ بیتی کے اُس وقت بیان فرمائی جب حضرت مہر آپا کو لجنہ اماءاللہ کی طرف سے الوداعی دعوت پیش کی گئی۔ آپ فرماتی ہیں:

"مجھے سیّدہ مہر آپا کی خدمات کا بھی تذکرہ کرنا ہے۔ عاجزہ 1944ء میں لجنہ اماءاللہ کی جنرل سیکرٹری مقرر ہوئی۔ حضرت سیّدہ امّ طاہر احمد کی وفات کے بعد اُسی سال مہر آپا کی شادی ہوئی۔ 1945ء میں آپ نے لجنہ کا کام شروع کیا۔۔۔۔ حضرت فضل عمر لمبا عرصہ بیمار رہے اور ہم میں سے ایک کا اُن کے پاس رہنا ضروری ہوتا تھا۔ اس لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ کسی جگہ ہم دونوں اکٹھی جا سکیں۔ مَیں دفتر آتی یا دورہ پر جاتی یا کسی جلسہ میں شمولیت کرتی تو وہ گھر پر رہتیں۔ وہ جاتیں تو مَیں رہتی۔ ہر کام میں اُنہوں نے میرے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ مفید مشورے بھی دیئے۔ یہ ایک بہت بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا کہ جس نے بھی لجنہ کا کام کیا اُس نے اپنے ذاتی رشتوں کو بھلا کر کیا۔ مَیں نے حضرت سیّدہ اُم ناصر صاحبہ کے ماتحت بھی سیکرٹری کی طور پر کام کیا اور حضرت سیّدہ اُم طاہر احمد کے ماتحت بھی۔ مجھے نہیں یاد کہ کہیں بھی لجنہ کے کام کے سلسلہ میں اُن میں سے کوئی مجھ سے ناراض ہوا ہو یا مَیں نے کسی قسم کی حکم عدولی کی ہو اور جب مَیں صدر بنی اور سیّدہ مہر آپا کی طرف سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ میری عدم موجودگی میں بہت اچھی طرح سنوار کر اپنا فرض ادا کرتی تھیں۔"

(مصباح جولائی 1992ء صفحہ 7)

احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے علاوہ حضور کی رہنمائی میں اُمّی کو "اپوا" یعنی All Pakistan Women's Association میں بھی خدمات کا موقع ملا تا کہ پاکستان کے بننے کے بعد خواتین کی تربیت میں جماعت کی رہنمائی شامل ہو جائے۔ اس سلسلہ میں ایک مشاعرہ میں ایک نظم بھی حضور نے آپ (یعنی اُمّی) کی طرف سے لکھی جو مکرمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ نے مشاعرہ میں پڑھی تھی۔

آپ نے حضور کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی قرآن کریم کی تدریس کا کام جاری رکھا۔اس سلسلہ میں آپ کا معمول تھا کہ صبح کے وقت، ناشتہ سے قبل ہی، بچیاں پڑھنے کے لئے آنا شروع کر دیتی تھیں۔ آپ سے ترجمہ پڑھ کر پھر سکول یا کالج جاتی تھیں۔ ہر سال ایک بڑی تعداد قرآن کریم کا ترجمہ آپ سے مکمل کر لیتی تھیں۔ خاکسار نے اس سلسلہ میں آپ کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خوشنودی کے خطوط پڑھے ہیں۔ شام کو عصر کے بعد اپنے عزیزان کو ترجمہ قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں۔ مجھے بھی آپ سے پڑھنے کا موقع ملا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

ایتاءِ ذِی القُربیٰ، مہمان نوازی اور انفاق فی سبیل اللہ آپ کے وہ نمایاں خواص ہیں جن میں حضرت مصلح موعود کی تربیت، محبت، اور طریق بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ مہمان نوازی کے بارہ میں فرماتی تھیں کہ یہ مَیں نے حضور سے سیکھی ہے اور حضور کے ہی طریق پر اسے جاری رکھوں گی۔ اس بارہ میں کئی واقعات بیان کئے جاسکتے ہیں۔ ہمارے گھر میں ربوہ اور بیرونِ ربوہ کے مہمان روزانہ آتے رہتے تھے۔ آپ کی گوناں گوں مصروفیات اور پردہ کی رعایت کی وجہ سے اوقات کی پابندی کروانی پڑتی تھی۔ عموماً اُمّی دن کے وقت خواتین سے ملاقات کرتی تھیں۔ شام میں اپنے عزیزان سے ملاقات کا وقت رکھا ہوتا تھا لیکن بیرونِ ربوہ کے مہمانوں سے شام کو بھی مل لیتی تھیں۔

مہمان نوازی کی بھی کئی اقسام ہیں۔ ایک روزمرہ کی پانی، کنّو کے سکوائش، راحت افزا (یہ روح افزا کی طرح کا شربت ہے جس کا نسخہ حضرت مصلح موعود کا تیار فرمودہ ہے) اور دوپہر کے وقت عام گھریلو کھانے کے ساتھ بالکل بے تکلف مہمان نوازی۔ اسکے علاوہ کسی کو دعوت پر بلانے، دوسرے شہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی دعوت، اور عیدین پر مہمان نوازی شامل تھی۔ ان میں خصوصیت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کو بطور مہمان اپنے گھر دعوت پر بلوانا یاد ہے۔ بعد میں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی چند مرتبہ تشریف لائے، لیکن جلد ہی حضور ہجرت فرما کر لندن تشریف لے گئے۔

اس کے علاوہ ایک قسم کی مہمان نوازی جس کی شاید سب سے زیادہ اہمیت تھی، وہ جلسہ سالانہ پر مہمان نوازی تھی۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر بہت سے مہمان گھر میں آکر ٹھہرتے تھے اور جلسہ کے دنوں میں ربوہ سے باہر کی مہمان خواتین اُمّی کے گھر دوپہر کے کھانے پر مدعو ہوتی تھیں۔ ان کی تعداد اندازاً 50 سے 100 تک کے درمیان ہوتی ہوگی۔ اُمّی کے باقاعدہ باورچی (جنکا ذکر آگے آئے گا) کی وفات کے بعد چند سال شیخوپورہ سے ایک غیر از جماعت باورچی بھی ایک ماہ کے لئے جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی خدمت کے لئے اُمّی بلوایا کرتی تھیں۔ جلسہ سالانہ کی مہمان نوازی کے لئے اُمّی عموماً نومبر کے آخر میں لاہور جاتی تھیں اور بہت سا سامان، بالخصوص خشک میوہ جات، لاہور سے لے کر آتی تھیں۔ جلسہ کے مہمانوں کے لئے متعدد قسم کی نمکو آپ خود گھر میں تیار کیا بھی کرتی تھیں اور کروایا بھی کرتی تھیں۔

جلسہ سالانہ پر آپ اپنا کمرہ چھوڑ کر یا تو برآمدہ میں یا ڈرائنگ روم میں اپنا بستر لگا لیتی تھیں۔ اپنے کمرہ مہمانوں کے لئے پیش کر دیتی تھیں۔ یاد رہے کہ اِن دنوں میں نہ صرف گھر کی مہمان داری آپ کے سپرد ہوتی تھی بلکہ بطور صدر لجنہ اماء اللہ اور بطور منتظمہ اعلیٰ جلسہ سالانہ و جلسہ گاہ مستورات اپنی جماعتی ذمہ داری بھی ادا کر رہی ہوتی تھیں۔ ضمناً عرض ہے ایک مرتبہ میں نے آپ سے پوچھا کہ حضور کی زندگی میں اور صدارت لجنہ سے قبل آپ کے سپرد جلسہ سالانہ خواتین کے انتظام کا کونسا حصہ زیادہ ہوتا تھا، جلسہ سالانہ کا انتظام یا جلسہ گاہ کا انتظام؟ آپ نے مجھے بتایا کہ حضور نے مجھ سے دونوں حصوں میں کام لیا ہوا ہے۔ کبھی ایک حصہ میں ڈیوٹی لگاتے تھے اور کبھی ایک حصہ میں، تا کہ دونوں کام اچھی طرح آجائیں۔

آپ کا انفاق فی سبیل اللہ کا وصف تو مکمل طور حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ آپ کو بفضلہٖ تعالیٰ تمام مالی تحریکات میں شمولیت کا موقع ملا۔ نظام وصیت میں شمولیت کے

وقت ابتداءً اپنے سرمایہ کی ایک تہائی کی وصیت کی۔ بعد میں حضرت مصلح موعودؓ سے وراثت میں ملنے والی جائیداد کی آپ نے ساتویں حصہ کی وصیت کروائی تھی اور اپنی زندگی میں اس کی مکمل ادائیگی کردی تھی۔ ایک اور تحریک کا ذکر کردیتا ہوں۔ غالباً 1987ء کے جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر آپ نے لندن میں موجود عزیزان کے مشورہ سے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے پولش زبان میں ترجمہ قرآن کریم کا خرچ اٹھانے کی پیشکش حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں کی۔ اس کے نتیجہ میں ایک بڑی رقم ایک مختصر عرصہ میں (غالباً ایک سال میں) جماعت کو پیش کرنی تھی۔ ابتداءً اس میں چندہ اُس رفتار سے نہیں آرہا تھا جس مقدار سے آنا چاہئے تھا۔ آپ نے خود اپنا وعدہ اور ادائیگی پیش کردی۔ اس دوران میں آپ بہت پریشان رہیں۔ باقاعدہ حضورؒ کو دعا کے لئے لکھتی رہیں اور تمام عزیزان کو تحریک کے لئے خطوط لکھتی رہیں۔ حضورؒ کو بھی پریشانی تھی۔ ایک دن مجھے کہا کہ مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک معین عرصہ (عرصہ یاد نہیں) تک جو بھی تحفہ ملے گا اِسی مد میں چندہ کے طور پر دے دوں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور تمام عزیزان کی طرف سے مطلوبہ رقم جماعت کی امانت میں جمع کروائی گئی تو اُمّی کو چین آیا۔

ایتاء ذِی القُربیٰ تو ایک فطری جذبہ ہے۔ لیکن اس میں بھی حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت کا رنگ نظر آتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کے بطن سے صرف ایک بیٹی پیدا ہوئیں، یعنی ہماری والدہ مکرمہ امۃ المتین بیگم صاحبہ۔ لیکن حضور کے سب بچوں سے ایسا تعلق تھا کہ گویا سب ہی آپ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ ایک نہایت مشکل بات ہے۔ لیکن آپ کی سیرت کا یہ ایک نمایاں پہلو ہے۔ مَیں نے بڑے غور سے اُمّی کی صلہ رحمی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور میرا تاثر ہے کہ اس خُلق میں آپ حضرت مصلح موعودؓ کی مکمل نظیر تھیں، واللہُ اعلم۔ بعض اوقات مجھے لگتا تھا کہ آپ اپنی بیٹی سے بڑھ کر حضور کے باقی بچوں سے شفقت کا سلوک کرتی ہیں۔ اور بعض مرتبہ کوئی شخص اُمّی کی فطرت کو نہ سمجھتے ہوئے کوئی بات آپ کی بیٹی کے بارہ میں آپ کو کہہ دیتا تو اُس

بات کو نہایت صبر سے برداشت کرتی تھیں۔ شاید ایک دو بار ہی اُن باتوں کی ناپسندیدگی کا اظہار مجھے آپ سے سننا یاد ہے۔

اصل بات یہ تھی کہ اُمّی کا یہ طریق بھی حضرت مصلح موعودؓ کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہی تھا۔ اُمّی کی زندگی میں ہی مَیں نے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خطبہ پڑھا جس سے مجھ پر اُمّی کی سیرت کا یہ پہلو کھلا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جب حضرت مہر آپا سے عقد نکاح فرمایا تو اس کا خطبہ نکاح خود ارشاد فرمایا۔ اس میں آپؓ فرماتے ہیں:

"ان کی (یعنی سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی۔ مرتب) طبیعت ایسی ہے کہ میری رضاجوئی کے لئے جب بچے آپس میں لڑ پڑیں تو چاہے اُن کی لڑکی کا قصور ہو اور چاہے کسی دوسرے بچے کا وہ اپنی لڑکی کو ہی سزا دیتی ہیں تا دوسرے بچوں کے دل میں یا میرے دل میں احساس پیدا نہ ہو کہ وہ اپنی لڑکی کی طرفداری کرتی ہیں اور بوجہ بنت العم ہونے کے مجھ سے دوہرا تعلق رکھتی ہیں اور اس لئے دوہری محبت"

(خطبات محمود (خطبات نکاح) جلد سوم۔ صفحہ 584۔ فضل عمر فاونڈیشن ربوہ)

ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے کہا تھا کہ مجھے تم سے بہت زیادہ محبت اس لئے بھی ہے کہ تُم نے میرے بچوں کا بہت خیال رکھا ہے۔ یوں تو حضور کے تمام بچوں سے بہت پیار اور محبت کا تعلق تھا اور ہر ایک کے ساتھ ایک منفرد تعلق تھا۔ حضور کی بڑی اولاد کا بہت احترام کرتی تھیں اور اُنہیں ہمیشہ آپ کے لفظ سے مخاطب کرتی تھیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ حضور کے سب بچوں سے ایک تعلق تھا لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ بعض کو بعض پر فضیلت تھی اور اس کی وجہ اُن بچگان کے اپنے تعلق کے علاوہ حضرت مصلح موعود کی بعض ہدایات کا بھی اثر تھا۔ مثلاً ہماری ایک خالہ سے اُمّی کا بہت پیار اور بے تکلفی کا تعلق تھا اور خالہ بھی اُمّی سے بہت تعلق رکھتی تھیں۔ حضور کی سیرت کے بارہ میں مضامین پڑھتے ہوئے اچانک مجھے اُن خالہ کا ایک مضمون ملا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اُمّی کو فرمایا تھا کہ

اسے اکیلا نہ چھوڑا کرو یعنی اس کا بہت خیال رکھا کرو۔ انہی خالہ نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ میں نے اور چھوٹی آپا نے سفروں میں بے تکلفی سے بہت مزے کئے ہوئے ہیں اور کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا ہے کہ ہمارے درمیان کیا رشتہ ہے؟۔ اُمّی کی وفات کے بعد ہماری ایک خالہ نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ وہ باہر سے واپس ربوہ آئیں تو دیکھا کہ شام کو چھوٹی آپا اُنہیں ملنے آرہی ہیں۔ آتے ہی کہا کہ بچے میرے سے تعلق رکھیں یا نہ رکھیں میں تو اِن کے بچوں سے تعلق رکھوں گی۔

جب بھی آپ بیرون ملک سفر پر جاتیں تو حضور کے بچوں کے لئے تحفے لاتیں اور میں نے کئی جگہ نوٹ کیا ہے کہ فہرست میں پہلے حضور کی بیٹیوں اور بہوؤں کے نام ہوتے، پھر دیگر عزیزان کے نام۔ یہ ڈائریاں اُمّی کے اپنے استعمال میں رہتی تھیں اور مجھے کبھی کبھی دیکھنے کی اجازت مل جاتی تھی۔ ایک اور بات کو آپ پسند کرتی تھیں کہ رشتوں کو حضور کی طرف سے پکارا جائے۔ مثلاً ہماری دو کزنز کی شادی رشتہ میں ہمارے ماموؤں سے ہوئی ہوئی تھی۔ لیکن ہمیں یہی سکھایا کہ ان کو بھائی کے رشتہ سے پکارنا ہے۔

اسی طرح حضرت اماں جان کے رشتہ دار جو غیر از جماعت تھے اُن سے بھی ایک محبت کا تعلق تھا جو آپ نبھاتی تھیں۔ کراچی یا لاہور میں اُن سے اُن کے گھر جا کر ملاقات کرتیں۔ عموماً اُن رشتہ داروں سے جو عقیدہ اور طور طریق میں انسان کے اپنے ماحول سے مختلف ہوں تعلقات رکھنے مشکل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سبق بھی حضور نے ہی آپ کو دیا تھا کہ ان رشتہ داروں سے بھی تعلقات کو نبھانا ضروری ہے۔ چنانچہ حضور اس مقصد کے لئے خاص طور پر آپ کو حیدر آباد دکن لے کر گئے۔ اس سفر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ پر عظیم الشان روحانی علوم کا دروازہ کھولا جو حضور نے جلسہ سالانہ کے خطابات میں بیان فرمائے۔ ان خطابات کو "سیر روحانی" کے نام سے حضور کی زندگی میں ہی شائع کیا گیا تھا اور اب کمپوز کر کے دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ "سیر روحانی" کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مَیں اِس کتاب کو مریم صدیقہ کے نام معنون کرتا ہوں، کیونکہ انہی کو حیدرآباد دکھانے کے لئے یہ سفر اختیار کیا گیا تھا جس میں یہ مضمون خدا تعالیٰ کے فضل سے کُھلا ہے۔ گو اِس سفر میں میری ہمشیرہ عزیزہ مبارکہ بیگم بھی ساتھ تھیں اور میری لڑکی عزیزہ امۃ القیوم بیگم بھی ساتھ تھی، مگر اصل میں یہ سفر مریم صدیقہ کو ہی حیدرآباد دکھانے کے لئے اختیار کیا گیا تھا جہاں ان کے بہت سے رشتہ دار ہیں۔ چونکہ مَیں چاہتا ہوں کہ اِس کتاب کا ثواب ہمیشہ ان کو پہنچتا رہے زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مرنے والوں تک صدقہ اور دُعا ہی پہنچتے ہیں اِس لئے اِس کتاب کا سارا خرچ مَیں مریم صدیقہ کی طرف سے دوں گا تاکہ جو لوگ اِس کتاب کو پڑھ کر فائدہ اُٹھائیں وہ ان کے لئے دعا کریں اور جتنی جِلدیں مُفت شائع کی جائیں ان کے صدقہ کا ثواب ان کو تا اَبد پہنچے۔

پس مَیں شرکت اسلامیہ کو ہدایت کرتا ہوں کہ چونکہ اِس کی طباعت کا سب خرچ مَیں مریم صدیقہ کی طرف سے دُوں گا، تمام کتب میں سے دو سو کتابیں غریب مستحقین کو 1/8 قیمت پر دیں اور ایسے لوگوں کو دی جائیں جو اس دیباچہ کے پڑھنے اور پڑھوانے کا اور دُعا کا وعدہ کریں اور پانچ سَو کتاب نصف قیمت پر مستحقین کو تقسیم کریں اور باقی کتابوں کی جو قیمت آئے اور جو سب کتابوں کا نفع آئے، اُس کا نام مریم صدیقہ فنڈ رکھ کر ہمیشہ ہمیش کے لئے اسلامی لٹریچر شائع کرتے جائیں اور اِس صدقہ جاریہ کو عملاً جاری رکھا جائے"

(دیباچہ۔ "سیر روحانی" شائع کردہ فضل عمر فاونڈیشن ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ کے ایک رضاعی بیٹے تھے جنکا نام محترم افتخار اللہ صاحب تھا۔ آپ حضرت اُمّ ناصر کے بھانجے بھی تھے، لیکن اُن سے تعلقات استوار رکھنے کی اصل وجہ حضور کے رضاعی بیٹا ہونا تھی۔ آپ ماموں مبارک (مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب) کے ہم عمر تھے۔ اسلام آباد کے قریب کہیں رہتے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا وصال ہوا تو خاص طور پر اُن کے گھر کا پتہ کروا کر وہاں گئیں اور حضورؒ کی تعزیت کی۔ مجھے یاد ہے کئی مرتبہ

مجھے والدہ محترمہ مکرمہ امۃ المتین صاحبہ، جنہیں ہم پیار سے آپی کہتے ہیں، نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ اچانک حضرت مصلح موعودؓ کے کمرہ میں آئیں۔ وہاں حضور کے علاوہ، ماموں افتخار اور ماموں مبارک بھی تھے۔ آپی ماموں افتخار کو دیکھ کر واپس پلٹیں تو حضور نے بلایا اور فرمایا کہ یہ (یعنی افتخار) تمہارے اُسی طرح بھائی ہیں جیسے مبارک اور ان سے تمہارا پردہ نہیں ہے، کیونکہ اُنہوں نے تمہاری بڑی والدہ کا دودھ پیا ہوا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ حضور پردہ کے معاملہ میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے اور اسی لئے آپی ماموں افتخار کو دیکھ کر پلٹی تھیں لیکن حضور نے واپس بلا لیا اور اُن سے ملاقات کروائی۔

ایتاءِ ذِی القُربی کا ایک پہلو رشتہ داروں کے علاوہ بھی ہے۔ ان میں اساتذہ، والدین اور بزرگوں سے تعلق رکھنے والے اور خدمت کرنے والے احباب شامل ہوتے ہیں۔ حضور کے معالجین سے بھی آپ کا خاص تعلق رہا۔ ان کی اولادوں سے بھی ایک خاص تعلق رہا۔ حضور کے خدمت گاروں سے بھی محبت کا تعلق رہا۔ ان میں سے اکثر تو احمدی تھے۔ بعض غیر از جماعت تھے۔ اسی تعلق کو نبھانے کے لئے غالباً 1991ء میں کراچی میں اُس غیر از جماعت Physiotherapist سے ملنے گئیں جس نے حضور کی بیماری میں حضور کی physiotherapy کی تھی۔

اساتذہ میں حضرت میاں محمد ابراہیم صاحب کا ذکر کر دیتا ہوں۔ آپ ماسٹر صاحب کہلاتے تھے۔ اُمّی نے ماسٹر صاحب سے پڑھا ہوا تھا۔ اُن کا بے حد احترام کرنا اور ان سے مؤدبانہ تعلق رکھنا مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ ماسٹر صاحب نے ایک مضمون حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں لکھا تھا، اس میں بھی حضور کا اس حوالہ سے ذکر ہے کہ اُمّی کو نصیحت کی کہ اپنے استاد کی خاطر داری کا انتظام کرو۔

مَیں نے اپنے بچپن میں اُمّی کے تین خدمتگار بھی دیکھے جو حضور کے زمانہ سے آخر تک اُمّی کے ساتھ رہے۔ ان میں ایک باورچی مکرم بابا غلام محمد صاحب تھے۔ یہ اپنی وفات تک اُمّی کے ساتھ

رہے۔ مکرمہ آپا فاطمہ صاحبہ عمومی طور پر باورچی خانہ کی نگران تھیں اور مکرم بابا غلام محمد صاحب کی وفات کے بعد گھر کا کھانا پکایا کرتی تھیں۔ اور آخر پر مکرمہ آپا رحمت بی بی صاحبہ۔ ان کے سپرد گھر کے دیگر کام تھے۔ آخر الذکر دونوں نے اپنی صحت کی کمزوری کی وجہ سے معذرت کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ اِن سب پر اپنا بے انتہا فضل فرمائے، انکی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے۔ آمین۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے اُمّی کی ایک خصوصیت "یاد محمود" تھی۔ آپ نے اسی نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی جو حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد شائع ہونے والی نظموں پر مشتمل ہے۔ اس کے پیش لفظ میں آپ تحریر کرتی ہیں:-

"کسی زمانہ کا منظوم کلام بھی اس زمانہ کی تاریخ سمجھا جاتا ہے۔ وہی بات یا واقعہ جو نثر میں طول چاہتا ہے۔ نظم میں چند اشعار میں ادا کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے بعد آپ کی یاد میں احباب جماعت نے جن میں خواتین بھی شامل ہیں۔ اشعار کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے جن میں آپ کے اوصاف آپ کے جماعت پر احسان آپ کے متعلق پیشگوئیاں آپ کے کارہائے نمایاں اور آپ کی سیرت کا تذکرہ کیا ہے۔ جنہوں نے آپ کو دیکھا۔ آپ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ کے احسانات سے حصہ پایا اُن کے دل سے آپ کی حسین یاد محو نہیں ہو سکتی۔ لیکن نئی نسل کے بچوں، جنہیں حضرت مصلح موعودؓ کی لمبی علالت کے باعث آپ سے فیضیاب ہونے کا موقع نہیں ملا، کے علم کے لئے ضروری ہے کہ ایسا لٹریچر ہو جس میں آپ کی سیرت کے ہر پہلو کو اجاگر کیا جائے تا وہ اُن کو پڑھ کر حضرت مصلح موعودؓ کے حالات زندگی اور آپ کی سیرت کے حسین نقوش سے واقف ہوں۔

اسی غرض کے پیش نظر مَیں نے ان تمام نظموں کو جو آپؓ کی یاد میں کہی گئی ہیں اور مختلف اخباروں اور رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں جمع کر کے کتاب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ نظم جلد یاد ہو جاتی ہے۔ مختصر سی عبارت میں بہت سے مضامین آجاتے ہیں اور ذہن پر

ایک نہ مٹنے والا اثر چھوڑتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے بھی بہت عرصہ قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ اِن اِن اوصاف کا مالک بیٹا اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا۔ اس پیشگوئی میں جو ہماری جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے مشہور ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے وفات تک کا نقشہ کھینچا ہے۔ دنیا نے دیکھا اور تاریخ نے گواہی دی کہ آپ کی زندگی کا محور یہی پیشگوئی رہی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ خدا قادر ہے اور ہر ایک قوت کا مالک ہے اور وہ ان کے لئے جو اس کے ہوتے ہیں بڑے عجائبات دکھلاتا ہے۔

بے شک آج وہ مسیحا نفس ہم میں موجود نہیں۔ لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور رحمت کا نشان کہا تھا جسے فضل واحسان کی کلید قرار دیا تھا اور جس سے قوموں نے برکت اور اسیروں نے رہائی پائی اس کے احسانات اپنوں اور غیروں پر اسقدر ہیں کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں ان کی یاد بھی دلوں میں زندہ رہے گی۔

اس مجموعہ میں تبرکاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعائیہ اشعار کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ جن کا ایک ایک لفظ اپنے اپنے وقت پر پوری شان کے ساتھ پورا ہوا اور جس نے ثابت کر دیا کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے جو اپنے پیاروں کی دعاؤں کو سنتا اور شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

ہزاروں رحمتیں اور سلام ہوں محمودؓ کی روح پر جس کا صرف نام ہی محمود نہ تھا بلکہ اس کی زندگی کا ہر دن محمود تھا۔ اور جس کی یاد بھی ہمارے لئے محمود ہے۔ جو ہمارے دلوں کو تو سوگوار بنا گیا لیکن ایک مٹھی بھر جماعت کو اپنی قیادت میں ترقی دیتا ہوا ایک ایسے محفوظ اور پُرامن مقام تک پہنچا یا گیا جس کے سایہ تلے قومیں بسیرا کریں گی اور ہمیشہ اپنی دعاؤں میں اس فدائی ملت کو بھی یاد رکھیں گی۔"

(پیش لفظ کتاب یاد محمود شائع کردہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے عظیم الشان مقام پر فائز کیا ہوا تھا۔ اور حضور نے اپنے دورِ خلافت میں خلافت کی اہمیت، برکات اور اطاعت پر بہت زور دیا ہے، اور

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مسئلہ جماعت پر خوب اچھی طرح روشن ہے۔اس لئے یہ ناممکن بات ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ سے تربیت پانے والا کوئی شخص بھی خلافت کی اہمیت، برکات اور اطاعت کو نہ سمجھتا ہو۔یہی حال اُمّی کا تھا۔اُمّی کو مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ خادمانہ تعلق رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔اور ہر دو خلفاء کی طرف سے بھی آپ کا بیحد احترام، محبت اور شفقت کا سلوک ہی دیکھا ہے۔خلافت سے محبت اور اطاعت کا پہلا سبق آپ نے اپنے بزرگ والد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے سیکھا اور اس کو صیقل حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت نے کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ تو ایک عظیم الشان مقام پر فائز تھے۔حضور کو اللہ تعالیٰ نے "حُسن واحسان" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر قرار دیا ہوا ہے۔

حُسن واحسان میں حضرتِ احمد کا نظیر
کیوں نہ ہو زندہ کُنِ خلق کلامِ محمود

جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے اُمّی نے اپنی زندگی کو حضرت مصلح موعودؓ کی تعلیم و تربیت کے مطابق ہی گزارا ہے۔حضور کے بعد بھی آپ کا یہی طریق رہا۔مَیں سمجھتا ہوں کہ جو بھی آپ کی طاقت اور دائرہ کار تھا اُس میں آپ حضرت مصلح موعودؓ کا ایک "پرتو" تھیں۔

آخر پر خاکسار پڑھنے والوں کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ اور آپ کی حرم حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے روحانی درجات بلند فرمائے۔رَبِّ ارْحَمْهُمَا۔اور ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلائے اور ہم حضور اور اُمّی کی دعاؤں کے حقدار ٹھہریں۔آمین اللّٰھمّ آمین۔